رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY QADIAN, Pb

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

چہ گویم با تو گر آئی بہار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

الحکم

قادیان

دور جدید

ہفتہ وار

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر ٭ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
والیان ریاست اور حکومت سے ہر
امراء و رؤساء سے صہ ر
معاونین سے عسہ ر
عوام سے صمہ ر
ممالک غیر سے ۱۲ روپے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ ر ۱۴ ر ۲۱ ر ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۲ ر

جلد ۳۹ — ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۶ء یوم یک شنبہ — نمبر ۱۵

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں احرار کی فتنہ انگیزی اور حکام کی غفلت شعاری کا المناک نتیجہ

مسجد احمدیہ اور چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کے آبائی مکان پر احرار کا کلہاڑیوں اور تلواروں سے مسلح حملہ

قلیل التعداد احمدیوں پر قاتلانہ حملے کر کے انہیں سخت مجروح کیا گیا

مغرب کے وقت سے لیکر رات کے اڑھائی بجے تک احراری ہجوم نے محاصرہ کئے رکھا

بالآخر ڈسکہ پولیس کی کھلم کھلا احرار نوازی۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزیوں کی بنا پر سر زمین ڈسکہ میں وہ خونچکاں حادثہ رونما ہو ہی گیا۔ جس کے متعلق ہم آج سے کافی عرصہ پیشتر "الفضل" کے ذریعہ حکام بالا کو آگاہ کر چکے ہیں۔ پولیس کی جانب داری۔ حکام بالا کی تغافل شعاری۔ اور احراری ملاؤں کی اشتعال انگیزی کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ کہ مسجد احمدیہ پر احراریوں نے کلہاڑیوں۔ تلواروں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر اس وقت قاتلانہ حملہ کیا۔ جبکہ احمدی وہاں نماز پڑھنے کے لئے جمع تھے۔ اور اپنی طرف سے احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مجملاً واقعات یہ ہیں:۔

۲۳ جون بعد نماز شام احراری ایک منظم سازش کر کے مسجد احمدیہ کے قریب چھپ گئے اور ایک شخص کو روانہ کیا۔ جس نے مسجد کے پاس پہنچ کر چوہدری شکر اللہ خاں صاحب برادر خورد چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کو آواز دی۔ اس وقت احمدی احباب فریضہ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور چوہدری صاحب موصوف بھی جماعت میں شامل تھے۔ جب نماز ختم ہو گئی تو چوہدری صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ جو بات کہنی ہے کہو لیکن احراری مذکور نے اصرار کیا۔ کہ آپ مسجد سے باہر نکل کر میری بات سنیں۔ چوہدری صاحب اس کی درخواست پر باہر تشریف لے گئے۔ ان کا باہر نکلنا ہی تھا۔ کہ چھپے ہوئے احراری نمودار ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک شخص نے چوہدری صاحب پر کلہاڑی سے وار کیا۔ کلہاڑی آپ کے سر میں پیوست ہو گئی۔ اور کافی گہرا زخم آیا۔ آپ اس شدید چوٹ کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے۔ لیکن جب اٹھے تو ایک اور احراری نے ایک اینٹ دے ماری۔ وہ بھی آپ کے سر پر لگی۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتنے میں خوش قسمتی سے احمدیہ مسجد سے چند نمازی نکلے۔ جنہوں نے بمشکل چوہدری صاحب کی جان بچائی ◆

دوسرا قاتلانہ حملہ

اس حادثہ کے تھوڑی دیر بعد مولوی محمد حسین صاحب احمدی مسجد میں آئے تو احرار نے انہیں بُری طرح کلہاڑوں اور تلواروں سے زخمی کیا۔ مولوی صاحب

موصوف کی حالت نہایت نازک ہے۔

تیسرا حملہ

اس کے بعد میاں محمد اسماعیل صاحب سکرٹری۔ اور مستری رحیم بخش صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈسکہ خورد سے ڈسکہ کلاں میں نماز عشاء پڑھنے کے لئے پہونچے وہ جب مسجد احمدیہ کی سیڑھیوں پر چڑھ ہی رہے تھے۔ کہ عقب سے احرار نے دفعتہً حملہ کر دیا۔ سکرٹری صاحب مسجد کے اندر داخل ہو گئے۔ کیونکہ بالکل نہتے تھے۔ احراری بھی مسجد احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اور مسجد کے اندر ان کو بری طرح زدوکوب کیا۔ انکی حالت بھی نازک ہے۔ اس کے بعد مستری صاحب پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ لیکن انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی +

اس کے بعد احرار نے مسجد احمدیہ۔ اور چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب کے آبائی مکان پر خشت باری کی۔ اور مکان کے دروازوں کو کلہاڑیاں مار مار کر توڑنا چاہا یہ مفسدین شب کے اڑھائی بجے تک مسجد کے ارد گرد محاصرہ کئے رہے۔ اور اکے دکے احمدیوں پر قاتلانہ حملے کرتے رہے +

ڈسکہ پولیس کی عمداً کوتاہی

کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ تھانہ ڈسکہ کی پولیس کی موجودگی میں مسلسل کئی گھنٹوں تک احمدیوں پر قاتلانہ حملے جاری رہے۔ مگر پولیس نے مطلقاً موقعہ پر پہونچنے اور قیام امن کی کوشش کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ یہ اس حادثہ کا نہایت مجمل خاکہ ہے۔ تمام حالات بالتفصیل کل روانہ کئے جائیں گے •

(نامہ نگار خصوصی)

میرا سفر دکن

میں چونکہ عرصہ دراز سے مرض ذیابیطس سے بیمار چلا آ رہا ہوں۔ اور اب کسی کام کے کرنے کے قابل نہیں رہا اس لئے آرام اور تبدیل آب و ہوا کے لئے قادیان سے باہر جا رہا ہوں۔ میں کچھ عرصہ حضرت والد صاحب قبلہ کی نگرانی میں گزارنا چاہتا ہوں۔ اور اگر وقت ملا۔ تو چند دن کے لئے کسی سمندری کنارے پر بھی جاؤں گا۔ بہت سے احباب زبانی اور تحریری طور پر میرے ساتھ محبت اور اخلاص کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں اس عریضہ کے ذریعہ یہ درخواست کرنی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں تاکہ اللہ تعالےٰ جلد سے جلد مجھے صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ اور پھر خدمت سلسلہ کی توفیق دے۔

میری غیر حاضری میں عزیز مکرم شیخ محمد ابراہیم علی صاحب الحکم کی خدمت سر انجام دیں گے۔

مجھے امید ہے۔ کہ وہ احباب جن کی طرف الحکم کا بقایا ہے۔ وہ اپنا اپنا بقایا صاف فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے

والسلام

(محمود احمد عرفانی)

ولادت

صوفی فضل الٰہی صاحب بمبئی والے کے گھر میں ۲ر جون ۱۹۳۶ء کو لڑکا پیدا ہوا نام منور احمد رکھا گیا۔ احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو صحت اور نیکی کے ساتھ لمبی عمر دے۔ اور خادم دین بنائے۔

(مفتی محمد صادق)

الحکم بھی اس ولادت پر جناب صوفی صاحب کو صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے

قراردادیں

احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن فیروزپور کے ایک غیر معمولی اجلاس منعقدہ ۹ر جون ۱۹۳۶ء میں مندرجہ ذیل قراردادیں بالاتفاق منظور ہوئیں

(۱) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ احرار کے اس مجرمانہ شرمناک اور انسانیت سوز فعل کے خلاف جس میں کہ ڈسکہ کے مظلوم اور پرامن احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلنے کی کوشش کی گئی ہے پر زور صدا احتجاج بلند کرتا ہے۔

(۲) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ اس امر کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہے۔ کہ کیونکر باوجودیکہ ڈسکہ میں پولیس سٹیشن ہے احرار بلا مزاحمت اپنی قانون شکن حرکات کو اتنے لمبے عرصہ تک جاری رکھا کئے۔

(۳) قرار پایا۔ کہ یہ جلسہ جملہ احمدیان ڈسکہ کو عموماً اور مجروحین کو خصوصاً جنکو کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنا خون بہانے کا فخر حاصل ہوا ہے مبارکباد پیش کرتا ہوا ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے

(۴) قرار پایا۔ کہ مندرجہ بالا قراردادوں کی نقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ اخبارات۔ جماعت احمدیہ ڈسکہ اور مجروحین کو بھیجی جائیں۔

خاکسار عبد الکریم سکرٹری

فضل حق سے مجھ کو میرا مل گیا مقصود ہے

مہدئ معہود ہے وہ عیسئ موعود ہے   انتظار اب دوسرے کا دوستو بیسود ہے
ابن آدم آنے والا آسماں سے آ گیا   قادیاں میں اک خلیفہ اسکا اب محمود ہے
راستبازی کے نشاں سب اسکے ظاہر ہوگئے   دیکھ لو روشن چراغ اسکا یہاں موجود ہے
ہے وہ مومن جو کریگا دیں میں اسکی پیروی   جو نہ مانے گا اسے وہ جان لو مردود ہے
اب خدا تک ہے رسائی احمدیت میں فقط   ماسوا اس کے ہر اک در ہو چکا مسدود ہے
تم اسے مانو نہ مانو پر میرا ایمان ہے   فضل حق سے مجھ کو میرا مل گیا مقصود ہے
کس طرح روز جزا کا خوف ہو اشرف مجھے
مرشد کامل مرا جب حضرت محمود ہے

اٹھوال میں نیشنل لیگ کا اہم جلسہ

۶ جون کو موضع اٹھوال میں نیشنل لیگ کا ایک اجلاس منعقد ہونا قرار پایا۔ جس میں شمولیت کے لئے قادیان سے شیخ محمود احمد صاحب صدر ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ گورداسپور بمعیت چوہدری ظہور احمد صاحب جنرل سکرٹری ڈسٹرکٹ نیشنل لیگ و شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر رکن مجلس منتظمہ نیشنل لیگ صبح دس بجے کے قریب وہاں پہونچ گئے۔ اٹھوال کی نیشنل لیگ کے ممبروں نے گاؤں سے باہر قریباً ایک میل کے فاصلہ پر مہمانوں کا شاندار استقبال کیا۔ پانچ بجے شام زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی جلسہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے چوہدری ظہور احمد صاحب نے اپنا تحریری مضمون پڑھا۔ جس میں جماعت احمدیہ کے حالات کا ذکر کرتے کے بعد نیشنل لیگ کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ ان کے بعد شاکر صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں نیشنل لیگ کو عملی زندگی اختیار کرنے اور کسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ پھر صدر صاحب نے تقریر کی جس میں گزشتہ دو سال کے عرصہ میں احراریوں نیز حکومت کے بعض غدار افسروں کی طرف سے جماعت احمدیہ پر مظالم کا ذکر کرنے کے بعد وہ پروگرام بالوضاحت بیان کیا۔ جو پنجاب کے گاؤں میں رائج کرنے کے لئے نیشنل لیگ کے مدنظر ہے۔ ان کی تقریر ۱½ گھنٹہ جاری رہی۔ اور اس کے اختتام پر دعا کے بعد جلسہ برخواست کیا گیا۔ اس موقعہ پر نیشنل لیگ دھرم کوٹ بگہ۔ قلعہ لال سنگھ۔ شکار۔ ڈھیرہ کلانور۔ دنجوال وغیرہ نواحی دیہات سے بھی ممبر کثرت آئے ہوئے تھے نیشنل لیگ کور کے والنٹیرز بھی آئے ہوئے تھے۔ جو بہت مستعد نوجوان ہیں۔ انہوں نے انتظام میں بہت امداد دی۔

۷ رجون علی الصباح ان کی پریڈ ہوئی۔ جس میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے شیخ محمود احمد صاحب نے مختصر مگر برمحل تقریر کی +

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے

یہ مضمون غالباً حضرت والد صاحب نے سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لکھا تھا۔ میں اپنی علالت کی وجہ سے روایات کو ترتیب نہیں دے سکا اس مضمون کو آپ کے قلمی مسودات سے نکالکر شائع کررہا ہوں۔ (ایڈیٹر)

براہین احمدیہ کی اشاعت اور اسکا اثر

براہین احمدیہ کی پہلی جلد جس میں دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار ہے سنہ ۱۸۸۱ء میں شائع ہوئی۔ قدرتی طور پر اس اعلان کے شائع ہوتے ہی ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک زبردست تحریک شروع ہوگئی اور ہر مذہب کے معتقد اور ذی اثر لوگوں نے براہین احمدیہ کا جواب لکھنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت نے خود دوسری جلد کے شروع میں اس کا اظہار فرمایا

"کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار "سفیر ہند" اور "نور افشان" اور رسالہ "ودیا پرکاشک" میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں۔ جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم رد اس کتاب کا لکھیں گے"

"ایک عام مقولہ مشہور ہے۔ کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جا سکتی ہے۔ اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانتداری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا۔ نہ بھالا اور نہ اسکی براہین سے کچھ اطلاع۔ نہ اس کے بارہ تحقیقات سے کچھ خبر اس کی نسبت جھٹ پٹ منہ کھول کر رد نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے" (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ اول)

براہین کے جواب کے لئے تحدی

بالآخر آپ نے ایسے تمام لاف زنوں کو مخاطب کرکے بطور تحدی اور چیلنج براہین کے جواب کے لئے للکارا کہ

"آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے۔ یا آپ لوگوں کے الٰہ باطلہ۔ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور ہیں"

"سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہان کو دکھاؤ گے یا نہیں" (ص۲)

"ودیا پرکاشک" امرتسر سے آریوں کا ایک ہی ماہوار رسالہ نکلتا تھا جس کے ایڈیٹر باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل تھے۔ جو آریہ سماج امرتسر کے سکرٹری تھے۔ مجھے ان سے بارہا ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور حضرت کے متعلق گفتگو بھی ہوئی وہ کہا کرتے تھے۔ کہ:۔

"مرزا صاحب بہت بڑے عالم ہیں مگر ضدی ہیں"

میں اس ضد کی حقیقت سیرت مسیح موعود میں آپ کے عزم و استقلال کے باب میں بیان کرونگا۔ (انشاء اللہ)

"نور افشاں" میں براہین کے مقابلہ کے لئے پادری جی۔ ایل ٹھاکرداس صاحب نے قلم اٹھانے کا ادعا کیا تھا

پنڈت شونرائن اگنی ہوتری

باوا نرائن سنگھ اور پادری جی ایل ٹھاکرداس کے علاوہ پنڈت شونرائن اگنی ہوتری (جو بعد میں دیو گورو بھگوان کہلاتے تھے۔ اور دیو سماج کے بانی مبانی ہوئے عرفانی) صاحب نے بھی براہین احمدیہ کے جواب میں قلم اٹھانے کا دعویٰ کیا۔ پنڈت شونرائن صاحب اس وقت لاہور برہمو سماج کے زبردست لیڈر تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ کہ برہمو سماج لاہور کی روح رواں تھے۔ ان کی مخالفت کی وجہ صرف مسئلہ الہام تھا۔ وہ وحی انبیاء کے قائل نہ تھے۔ اور اس لئے الہام و وحی کے ہر دعویٰ کے مخالف تھے۔ جیساکہ سوانح حیات کی پہلی جلد میں بہ تصریح بیان کرچکا ہوں۔ اس مسئلہ پر حضرت اقدس کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوئی۔ حضرت باقاعدہ ان کے رسالہ "برادر ہند" کے خریدار اور پڑھنے والے تھے۔ اکثر اس میں مذہبی مسائل پر مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔ "برادر ہند" میں براہین احمدیہ کا اعلان بھی ہوا تھا

القصہ جب براہین کی اشاعت ہوئی اور اس میں برہمو سماج کی تردید بھی ہوئی تو پنڈت شونرائن اگنی ہوتری بھی اپنے مذہب کی حمایت کے جوش میں براہین پر قلم اٹھانے کا اعلان کیا۔ مخالفت کا یہ جوش عام تھا۔ اس موقعہ پر میر عباس علی صاحب نے حضرت کو لودھانہ بلانا چاہا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ

"بالفعل لودہانہ میں اس عاجز کا آنا ملتوی رہنے دیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد چند ہندوؤں کی طرف سے سوالات آئے ہیں اور ایک ہندو صوابی ضلع پشاور میں کچھ رد لکھ رہا ہے۔ پنڈت شونرائن بھی شاید عنقریب اپنا رسالہ بھیجیگا"

"سو اب چاروں طرف سے مخالف جنبش میں آرہے ہیں۔ ابھی دل ٹھہرنے نہیں دیتا کہ میں اس ضروری اور واجب کام کو چھوڑ کر کسی اور طرف خیال کروں۔ الاماشاءاللہ تعالیٰ"

(مکتوب بنام میر عباس علی صاحب)

اس میں صوابی ضلع پشاور کے جس ہندو کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ لیکھرام تھا۔ جو اس وقت مذہبی دنیا میں معروف نہ تھا۔ بلکہ وہ وہاں کے تھانہ میں کنسٹیبل یا ہیڈ کنسٹیبل تھا۔ میں یہاں واقعات لکھ رہا ہوں۔ مگر ضمناً حضرت کی سیرت کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آپ کو حمایت اسلام کا اس قدر جوش اور فکر دامنگیر تھا۔ کہ آپ لودھیانہ کے سفر کو جس کے لئے میر عباس علی صاحب آرزو کرتے تھے۔ اور وہ قادیان آکر درخواست کرچکے تھے رد کردیا۔ اگر آپ کے مدنظر شہرت یا دنیوی مفاد ہوتے۔ تو آپ اس سفر کو مقدم کرتے لیکن نہیں آپ کو غم دین ہی مقدم تھا۔

اگنی ہوتری کا خط بذریعہ الہام بتایا گیا

غرض پنڈت شونرائن صاحب اگنی ہوتری نے تردید کا دعویٰ کیا۔ اور عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ وہ الہام اور وحی کے خلاف لکھنا چاہتے تھے۔ اور مسئلہ الہام پر پہلے بھی حضرت سے سنہ ۱۸۷۹ء میں خط و کتابت کرچکے تھے۔ اب براہین کے نکلنے پر پھر انہیں جوش آیا چنانچہ انہوں نے حضرت کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دی۔

قبل اس کے کہ وہ خط حضرت کے پاس پہونچتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خط کے مضمون سے مطلع کردیا۔ آپ نے اس کی اطلاع انہیں ایام میں میر عباس علی صاحب کو دیدی اور خود پنڈت اگنی ہوتری صاحب کو بھی لکھدیا اس مکتوب کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

"برہمو سماج والوں کے عقاید کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ الہام اور وحی سے منکر ہیں۔ اور خدا کے پیغمبروں کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب سمجھتے ہیں

اور خدا کی کتابوں کو اختراع انسان کا خیال کرتے ہیں۔ مگر وقت آن پہونچا ہے۔ کہ خدا ان کو اوران کے بھائیوں کو ذلیل و رسوا کرے۔ مجھے یاد ہے۔ کہ پنڈت شونرائن نے جو برہمو سماج کا ایک منتخب معلم ہے لاہور سے میری طرف ایک خط لکھا۔ کہ میں حصہ سوم کا رد لکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی وہ خط مجھے نہیں پہونچا تھا۔ کہ خدا نے بطور مکاشفات مضمون اس خط کا ظاہر کر دیا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو بتلایا گیا اور شام کو ایک ہندو کو ہی جو آریہ ہے۔ ڈاکخانہ میں بھیجا گیا۔ تا گواہ رہے۔ وہی ہندو اس خط کو ڈاک خانہ سے لایا۔ پھر میں نے پنڈت شونرائن کو لکھا۔ کہ جس الہام کا تم رد لکھنا چاہتے ہو خدا نے اسی کے ذریعہ سے تمہارے خط کی اطلاع دی۔ اور اس کے مضمون سے مطلع کیا۔ اگر تم کو شک ہے۔ تو خود قادیان میں آکر اس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ تمہارے ہندو بھائی ہی اس کے گواہ ہیں۔ رد لکھنے میں بہت سی تکلیف ہوگی۔ اور اس طرح جلدی فیصلہ ہو جائیگا۔ میں نے یہ بھی لکھا کہ اگر تم صدق دل سے بحث کرتے ہو تو تمہیں اس جگہ ضرور آنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ خود اپنے بھائیوں کی شہادت سے حق تم پر کھل جائیگا۔ لیکن باوجود ان سب تاکیدوں کے پنڈت صاحب نے کچھ جواب نہ لکھا۔ اور اس بارے میں دم بھی نہ مارا۔ اور وہ الہام پورا ہوا جو حصہ سوم میں چھپ چکا ہے۔

"سنلقی فی قلوبھم الرعب"

(مکتوب مؤرخہ ۳ر مارچ ۱۸۸۳ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ)

پنڈت شونرائن اگنی ہوتری صاحب کا انتقال ۱۹۲۹ء میں ہوا۔ گویا اس مکتوب کے ۴۶ سال بعد میں نے ان مکتوبات کو ۱۹۰۸ء میں شائع کیا۔ علاوہ بریں حضرت نے اس واقعہ کو بطور اپنے ایک نشان کے مختلف کتابوں میں شائع کیا۔ اور کسی نے بھی تردید نہ کی۔ براہین احمدیہ پر جو ریویو پنڈت شونرائن صاحب نے دھرم جیون میں لکھا۔ اسے میں براہین احمدیہ کے ریویو کے باب میں لکھونگا۔

آریہ مکذب

آریہ مکذب (پنڈت لیکھرام) نے بھی براہین احمدیہ کی تردید اور تکذیب میں زور لگایا۔ اور اس نے اس اظہار بھی قادیان کے بعض آریوں سے کیا۔ اور حضرت کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ جس کا ذکر آپ نے مکتوب بنام میر عباس علی صاحب مؤرخہ ۳ر مارچ ۱۸۸۳ء میں کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دوسرے معاندین کے تو نرے دعوے رہے۔ لیکن پنڈت لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے۔ کہ پنڈت لیکھرام اور اس کے مویدین و معاندین کو کبھی یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کہ وہ براہین احمدیہ کے معیار مقابلہ پر اسے پیش کرنے کی جرأت کرتے۔ اور اس وقت تک بھی کبھی اس معیار پر اسے پرکھنے کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ قطع نظر اس بات کے کہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر جو اپنی شوخی اور بے باکی میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ بالآخر اپنی درخواست کے موافق نشان الٰہی خدا تعالےٰ کی قہری تجلی کا ایک نشان ہو گیا۔

اس نے حضرت اقدس سے ایک نشان مانگا جو اس کی قضا و قدر کے متعلق تھا۔ اور اس پیشگوئی کے موافق وہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء بروز شنبہ دن کے چار بجے لاہور قتل ہو گیا۔ اور اس طرح بر حق اور باطل کے درمیان ایک ایسا خدائی فیصلہ ہو گیا جو ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں خنجر کی قلم اور خون کی سرخی سے لکھا گیا ہے۔

میرا مقصد صرف واقعات بیان کرنا ہے۔ آریہ مکذب کے قادیان آنے کے واقعات اور حالات اسی جلد میں دوسرے مقام پر آئیں گے۔

براہین احمدیہ کے سلسلہ میں اس کا اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ جب صوابی ضلع پشاور میں تھا۔ اس نے رد لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور پھر اپنے ذاتی حالات کی وجہ سے نوکری چھوڑ کر جب اس نے آریہ مشنری کے طور پر کام شروع کیا۔ تو یہ کتاب شائع کی۔ جس کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا۔ اس کے رد جواب شائع ہوئے ایک حضرت حکیم الامۃ نے تصدیق براہین احمدیہ کے نام سے لکھا۔ اور دوسرا جواب مولوی ابو رحمت حسن صاحب مرہٹی نے لکھا۔ حضرت نے خدائی فیصلہ کے ذریعہ سے مہر صداقت لگا دی۔

پنڈت شونرائن اور دوسرے جواب لکھنے والوں کے اعتراضات کا جواب آپؑ نے براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں دے دیا۔ اور اسطرح تمام مخالفین اسلام پر اتمام حجت کر دی۔

حیات نورؓ

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی سیرت کا ایک ورق۔ حضرت والد صاحب قبلہ کی زبان قلم سے

ایڈیٹر

سب سے بڑی خواہش

راقم (عرفانی) نے ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ فرمایا مختصر الفاظ میں یہ ہے۔ کہ قرآن مجید عملی طور پر کل دنیا کا دستور العمل ہو۔ میں نے یہ سوال آپ کے ایام علالت میں کیا تھا اور میں الیوان خلافت کے تحت ان امور کو شائع کر دیا کرتا تھا۔ آپ کے اس جواب سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کیا چاہتے تھے۔ سب سے بڑی خواہش آپکی یہی تھی۔ کہ قرآن مجید دنیا کا دستور العمل ہو جائے اس سے قرآن مجید کی اشاعت اور خدمت کے لئے جو جوش آپ کے دل میں تھا۔ وہ ظاہر ہے۔

اولاد کے متعلق خواہش

انسان اپنی اولاد کے لئے دنیا میں بہت بڑی امنگیں اور آرزوئیں رکھتا ہے۔ اور وہ اس کی فطرت کا ایک صحیح تقاضا ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اولاد بڑھاپے میں ہو۔۔۔۔۔۔۔ اس کے متعلق اس کی آرزوؤں کا سلسلہ نہایت عجیب ہوتا ہے۔ مگر حضرت حکیم الامۃ کی اپنی اولاد کے متعلق کیا آرزو اور تمنا تھی۔ وہ اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ جو عزیز مکرم مولوی عبدالحی مرحوم کی تقریب آمین پر پیش آیا۔ عزیز عبدالحی نے قرآن مجید ختم کیا۔ اس کی آمین ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت باغ میں مقیم تھے۔ حضرت حکیم الامۃ کو طبعی طور پر بڑی خوشی ہوئی۔ اسلئے نہیں۔ کہ بچہ ہوشیار ہو گیا ہے۔ یا تعلیم کی طرف توجہ کرنے لگا ہے۔ بلکہ

محض اس لئے کہ اس نے خدا کی کتاب پڑھی ہے

جب عزیز عبدالحی قرآن شریف ختم کرکے آیا۔ تو اسے فرمایا۔ کہ

بیٹا! ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں ان میں سے ۱/۲ آج تم نے کر لی ہیں۔ وہ باتیں کیا ہیں۔

(۱) قرآن شریف پڑھو۔ (۲) پھر اسکو یاد کرو۔
(۳) پھر اس کا ترجمہ پڑھو۔ (۴) پھر اس پر عمل کرو۔
(۵) پھر اسی عمل میں تمہیں موت آجائے۔ (۶) قرآن شریف پڑھاؤ۔
(۷) پھر یاد کراؤ۔ (۸) پھر ترجمہ سناؤ۔ (۹) پھر عمل کراؤ
(۱۰) پھر اسی حالت میں تم کو موت آجاوے۔

ان ہدایات عشرہ پر غور کرو۔ ان میں وہ راز سربستہ موجود ہے۔ جو آپ اپنی اولاد کے متعلق آرزوؤں اور تمناؤں کی انتہا کا رکھتے ہیں۔ دنیا کی کسی ترقی اور کامیابی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور صرف ایک ہی خواہش ہے کہ۔ قرآن شریف کا فہم اس پر عمل اور اس کی خدمت و اشاعت تمہارا نصب العین ہو۔ اور جب ہم آپ کی ذاتی خواہش سے اسے ملاتے ہیں تو وہ بھی یہی ہے کہ قرآن مجید عملی طور پر دنیا کا دستور العمل ہو۔

امۃ الحی مرحومہ کو انعام کی شرط

سیدہ امۃ الحی مرحومہ حضرت نور الدین اعظمؓ کی دوسری اور موجودہ بیوی کی بڑی لڑکی تھی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی آپ کی لڑکی فوت ہو چکی تھی بچوں سے محبت یا ان کی خوشیوں سے لطف اٹھانا جائز اور طبعی امر ہے۔ مگر حضرت نور الدین اعظمؓ کی خوشیوں کا رنگ اور اسباب اور ہوتے تھے۔ پہلی لڑکی کے دو سو روپیہ کے سونے کے کڑے تھے اس کے فوت ہو جانے پر وہ روپیہ آپ نے والدہ امۃ الحی کی خواہش کے مطابق کسی تاجر کو دیدیا مگر وہ روپیہ پورا نہ ملا۔ امۃ الحی مرحومہ کو آپ نے فرمایا کہ اگر تم سورۃ بقرہ ہماری منشاء کے مطابق ہم کو سنا دو تو ہم تم کو سردست دو سو روپیہ بطور انعام دینگے لیکن ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ ایسا نہ ہو یہ دو سو روپیہ کسی کے ابتلا کا موجب ہو۔ میں نے اس روپیہ کے دینے میں تامل کیا مگر آج رات مجھے انشراح صدر سے یہ امر ثابت ہوا کہ ایسے ابتلا آتے ہیں۔ اور وہ آ بھی گئے۔ پس ہم اس پاک انعام کے دینے سے کیوں تامل کریں۔ ہم نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ انعام عنقریب اسے دے ہی دیں گے۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ سامان کر دیا۔ کہ حکیم فضل الدین (مرحوم عرفانی) نے مجھے کہا۔ کہ آپ کے دو سو دس روپیہ میرے ذمہ ہیں عنقریب دیدونگا"۔

یہ واقعہ اپنے اندر بعض دوسرے امور پر بھی روشنی ڈالتا ہے ان کا یہ محل نہیں۔ میں نے اس کو صرف یہ دکھانے کیلئے لکھا ہے کہ آپ کی خوشی قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت میں تھی۔ اپنی اولاد کے متعلق جو آرزوئیں اور خواہشیں آپکی تھیں وہ بھی قرآن مجید ہی کے مرکز اور محور کے گرد گھومتی تھیں۔ وہ [illegible] ہوتا ہے۔ اس لئے امۃ الحی مرحومہ کو قرآن مجید کا شوق دلانے کیلئے صرف سورۃ بقرہ کیلئے دو سو روپیہ کا انعام مقرر کر دیا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ہیں۔ کہ اس نے اس رقم کے لئے سامان بھی کر دیا

(باقی دیکھو صفحہ ۸ کالم ۲)

مشاہدات عرفانی

دانشمند مشرق مغرب میں

حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے

آج چونکہ ہندوستانی ڈاک کا دن ہے۔ میں نے اپنے معمولات سے فراغت پاکر خطوط کی تکمیل کی۔ الفضل کیلئے ایک مکتوب لکھا۔ دوپہر کا کھانا بھی ساڑھے تین بجے کے قریب کھایا۔ میں اخبار پڑھ رہا تھا کہ درد صاحب کا پیغام پہونچا۔ کہ میں چار بجے ان کو اورینٹل ہاؤس ملوں۔ چنانچہ وہاں گیا۔ درد صاحب پانچ بجے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ جلالۃ الملک ابن سعود ملک الحجاز نے افتتاحِ مسجد کیلئے اپنا نمائندہ بھیجنا منظور کرلیا ہے۔ میں مسٹر فلبی کے ہاں کھانے پر جارہا ہوں۔ تقرر تاریخ کیلئے درخواست کرنی ہوگی۔

قدرتی طور پر مجھ کو اس خبر سے خوشی ہوئی۔ دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تجویز فرمایا ہے۔ کہ ملک غلام فرید صاحب پہلی اذان کہیں۔ اور عرفانی پہلی تکبیر۔ مجھ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہر ادا پسند اور ہر حکم قابل اطاعت ہے۔ اور میں الحمد للہ آپ کے ہر فیصلہ پر شرح صدر پاتا ہوں۔ اگرچہ میں اب تک محض اسی ایک جذبہ کی بناء پر یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور اب تک ۴۰ پونڈ اس مقصد کیلئے گویا خرچ کرچکا ہوں۔ کہ پہلی اذان دوں۔ لیکن مجھے اس امر سے بھی بے حد خوشی ہے۔ کہ اب میں انشاء اللہ دوہرے ثواب کا مستحق ٹھہرونگا۔ اس نیت کے لئے اور اس حکم کی تعمیل کے لئے۔

بہر حال ۷ بجے تک میں وہاں رہا۔ اور پھر گھر کو آیا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب پارک کو گیا۔ میں اپنے موعودہ مقام پر کھڑا تھا۔ کہ ایک عمر رسیدہ مگر قویٰ کے لحاظ سے مضبوط انگریز میرے پاس آیا۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ وہ ہندوستان کے تمام حصوں میں ۲۴ برس رہا ہے۔ سب سے اوّل جہاز پر نوکر ہو کر آیا تھا۔ پھر فوج میں منتقل ہوگیا۔ اس ابتدائی انٹروڈیوس کے بعد مختلف امور پر سلسلہ کلام جاری رہا۔ صاحب موصوف کلکتہ سے اسی اپریل میں آئے ہیں۔ اور وہاں کے فسادات کا آغاز ہوچکا تھا۔ وہ دوسری صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ بنگال کے لیڈروں سے واقف ہیں

صاحب موصوف آپ فسادات کلکتہ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

میں میں تو اس موقعہ پر موجود نہ تھا۔ اس لئے میں صحیح رائے قائم نہیں کرسکتا۔ لیکن بالطبع میں اس قسم کے فسادات کو ملک اور گورنمنٹ دونوں کی بدقسمتی سمجھتا ہوں۔ اور نفرت کی نظر سے دیکھتا ہوں

صاحب گورنمنٹ کی بدقسمتی سے اس کیا تعلق؟

میں گورنمنٹ کی بدقسمتی میں اوّل تو اس لحاظ سے کہتا ہوں۔ کہ اگر ملک میں اندرونی فسادات ہوں تو وہ گورنمنٹ کے حسن انتظام کو بدنام کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بعض ناعاقبت اندیش اور جوشیلے لوگ اس قسم کے فسادات کو گورنمنٹ کی کسی اندرونی تحریک اور "ڈیوائیڈ اینڈ رول" کے اصول کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ اس قسم کے فسادات کی تہ میں گورنمنٹ کا ہاتھ نہیں ہوتا۔

صاحب میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں مگر کیا یہ صحیح نہیں کہ مسجد کے سامنے باجا نہیں بجانا چاہیئے۔ اور ہندو جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں

میں میں مسلمان ہوں جہاں تک میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اسے سمجھا ہے۔ اسلام اس قسم کی لغویات کا حامی نہیں ہے۔ شارع عام کے متعلق جو حقوق دوسروں کو حاصل ہیں۔ ان میں مداخلت کی تعلیم اسلام نہیں دیتا۔ اگر ہندو باجا بجاتے ہوئے گذر گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات یا مقامات کا احترام نہیں کرتے تو ان کی یہ اخلاقی کمزوری تو ہوگی۔ مگر ہم ان کو مجبور نہیں کر سکتے۔ کہ وہ ضرور ایسا کریں۔ اسی طرح میری رائے میں ہندوؤں کو اس قسم کا مطالبہ کرنیکا کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں یا عیسائیوں سے بجبر اپنے مذہبی خیالات کی تائید چاہیں۔ دونوں اگر رواداری کے اصول کو اختیار کریں تو ان کے لئے بابرکت ہے۔

صاحب مسلمان تو کہتے ہیں کہ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ مسجد کے سامنے باجا بجایا جاوے۔

میں میں اس قسم کے خیالات کی تائید نہیں کرتا اس لئے کہ دوسروں کے جائز حقوق کو چھیننے کا کوئی حق ہم کو نہیں۔

صاحب تو کیا آپ کے خیال میں ہندو مسلمانوں میں صلح نہیں ہوسکتی۔

میں مسلمان تو دنیا کے ہر شخص سے صلح کرسکتا ہے۔ اسلام تو صلح کا دین اور امن کا پیغام ہے خود لفظ اسلام اسی کی تشریح اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے میں اس بات کو نہیں مانتا کہ صلح نہیں ہوسکتی۔ مسلمان کیلئے صلح تو بہت آسان ہے

صاحب تو پھر کیا ہندو صلح نہیں کرتے۔

میں میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ بلاوجہ ان کی نیت پر حملہ ہوگا۔ اور اسلام اس سے منع کرتا ہے۔

صاحب آپ عجیب بات کرتے ہیں اور یہ بات اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ لیکن پھر جھگڑا کیوں ہوتا ہے اور صلح کیوں نہیں ہوتی۔؟ کیا لیڈروں کا قصور ہے۔

میں میری بات میں عجوبہ تو کچھ نہیں یہ واقعہ ہے جو میں نے دونوں قوموں کے حالات اور مطالبات کا مطالعہ کرکے بطور نتیجہ سمجھا ہے۔ جھگڑے کی جڑ بعض غلط فہمیاں اور بدگمانیاں ہیں۔ اور چونکہ صلح کی تحریک صحیح اصولوں پر نہیں ہوتی۔ وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ آپ کو معلوم ہے بہت دفعہ یہ صلح ہوئی اور فساد سے بدل گئی۔ میں ایک حد تک لیڈروں کو ان جھگڑوں کا ملزم سمجھتا ہوں۔

صاحب وہ صحیح اصول کیا ہے؟

میں بہت سہل ہے۔ مگر خود غرضی دونوں قوموں کو اس طرف آنے نہیں دیتی۔ وہ اصول یہ ہے کہ اختلافات کو اپنی جگہ قائم رکھ کر صلح کیجاوے اور مصالحتی بورڈ قوم پرستی پر عام صلح کو قربان نہ کردے۔

صاحب۔ اختلافات کو قائم رکھ کر صلح کرنے سے آپ کی کیا مراد ہے

میں۔ میری مراد یہ ہے کہ موجبات اختلاف کو تسلیم کرلیا جاوے مثلاً ہندو یہ تسلیم کرلیں کہ مسلمانوں کو گائے کی قربانی کا حق ہے۔ اور ہمارا اس میں کسی قسم کی مداخلت کرنا غلطی ہے۔ اور مسلمان یہ تسلیم کرلیں کہ ہندوؤں کے اپنے جلوس باجے کے ساتھ لیجانے کا حق ہے۔ خواہ وہ مسجد کے پاس سے گذریں یا کسی اور جگہ کے پاس سے۔

اب یہ طریق اختیار کیا جاتا ہے کہ صلح کی مجلس میں اختلافات کا نام نہیں لیتے۔ اور درون اس کے

سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو قائم نہیں رہ سکتا۔

صاحب یہ عجیب تجویز ہے کیوں آپ ہندوستان میں پیش نہیں کرتے۔

میں (ہنسکر) یہ تجویز میری نہیں میں کسی اور چشمہ سے پانی پیتا ہوں۔

صاحب آپ کو الہام ہوتا ہے

میں میرا یہ مطلب نہیں۔ الہام جو آپ لوگ سمجھتے ہیں۔ میں اس کی کوئی قدر نہیں کرتا الہام تو بہت بڑی نعمت ہے۔ اور یہ خدا کا سے کلام کرنا ہوتا ہے۔ اور خدا تعالے نے اس دروازہ کو بند ہی نہیں کیا۔ اگر وہ پہلے دیکھتا بولتا اور سنتا تھا۔ تو اب بھی دیکھتا سنتا اور بولتا ہے۔ میں نے یہ علم اس چشمہ سے لیا ہے۔ جو براہ راست خدا سے نکلتا ہے

صاحب آپ ایسی بات کہدیتے ہیں۔ کہ ایک اور سوال پوچھنے کی ضرورت آتی ہے

میں پر میں تو جواب دینے سے گھبراتا نہیں ہوں آپ کو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں

صاحب (ہنسکر) نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں (میں معافی چاہتا ہوں) میرا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ کی باتوں سے شوق اور دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

میں (ہنسکر) میں معافی چاہتا ہوں میرا بھی اس جواب سے وہ مقصد نہیں جو آپ نے سمجھا ہے۔ غالباً میں انگریزی زبان پر حکومت نہ رکھنے کیوجہ سے صحیح طور پر بیان نہیں کر سکا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ شوق سے پوچھتے جائیے۔ میں آپ کی اس قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ میری باتیں شوق پیدا کرتی ہیں۔

صاحب وہ چشمہ کہاں ہے۔؟

میں جس ہندوستان سے آپ آئے ہیں۔ اور اب اس نے کل دنیا کو سیراب کرنے کیلئے ہر جگہ اپنے واٹر پائپ پھیلا دیے ہیں اگر ہم منہ نہ لگائیں تو ہمارا اپنا قصور ہوگا

صاحب میں نے تو ہندوستان میں نہیں سنا۔ آپ کی کیا مراد ہے۔؟

میں آپ نے احمدیہ موومنٹ کا نام نہیں سنا۔

صاحب اوہ! ہاں! ہاں! (انگریزی طریق پر تلفظ میں احمدیہ موومنٹ کا نام لیکر) میں نے سنا ہے۔ آپ اس کے مشنری ہیں۔

میں ہاں وہی احمدیہ موومنٹ۔ ہر احمدی مشنری ہے۔ اور اس لحاظ سے میں اپنے آپ کو مشنری یقین کرتا ہوں۔ مگر اس کے باقاعدہ اسی کام کے لئے مامور مشنری بھی یہاں رہتے ہیں۔ اور یہ کہکر میں نے مسجد کا پتہ ان کو بتایا۔

صاحب ہاں میں نے اس موومنٹ کا کچھ حال پڑھا ہے۔ مگر مسلمان اس کو نہیں مانتے۔

میں یہ تو صحیح نہیں کہ مسلمان نہیں مانتے میرا نقطہ خیال یہ ہے کہ مسلمان ہی اس کو مانتے ہیں۔ باقی جو اختلاف کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب کوئی خدا کی طرف سے آیا تو بہتوں نے انکار کیا۔ اگر یہ صحیح ہو میں تو اس کو غلط (عقیدہ سمجھتا ہوں) کہ خدا یا اس کا بیٹا دنیا میں آیا تو اسوقت بھی لوگوں نے انکار کر دیا بلکہ ا پھانسی پر چڑھا دیا۔ مجھ کو یہ بات کبھی عجیب معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر اس کی مخالفت نہ ہوتی تو یہ عجیب ہوتی ہے۔

صاحب درست ہے میں نے جو کہا کہ مسلمان نہیں مانتے تو میرا مطلب یہ تھا کہ وہ مخالفت کرتے اور آپ لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

میں ہمکو تو سب ہی تکلیف دیتے ہیں جہاں حکومتوں کا بس چلتا ہے۔ حکومتیں بھی فرق نہیں کرتی ہیں۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ کابل کی حکومت نے ہمارے بعض معزز بھائیوں کو سنگسار کر دیا لیکن انہوں نے جان دیدی ایمان نہ دیا۔

صاحب اوہ! ہاں یہ واقعات اخبارات میں شائع ہوئے تھے۔ انگلستان اور ہندوستان کے پریس نے اس پر نفرت کی تھی۔ اچھا تو آپ کی موومنٹ نے یہ تحریک صلح لی پیش کی تھی۔

میں ہاں سب سے پہلا شخص جس نے ہندو مسلمانوں میں صحیح طریق پر اتحاد پیدا کرنا چاہا۔ وہ اس تحریک احمدیہ کے بانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تھے آپ کے پہلے خلیفہ نے اسے پیش کیا اور موجودہ خلیفہ نے اس تحریک صلح کو بہت واضح کر کے پیش کیا ہے۔ اور جب صلح ہوگی اور میرا یقین ہے کہ ہوگی تو انہی اصولوں پر ہوگی۔

صاحب ہندوستان کی ترقی صلح ہی پر موقوف ہے

میں میں اتنا تنگ دل نہیں ہوں (ہنسکر) اسلام کا دائرہ چونکہ انسانیت کے مرکز پر کھینچا گیا ہے۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ......

دنیا کے امن کا راز اسی پیغام صلح و امن میں ہے جو احمدیت کا بانی لایا ہے

صاحب دنیا کی صلح کو اس سے کیا تعلق ہے؟ جھگڑا تو ہندو مسلمانوں کا ہے۔

میں (ہنسکر) یہی تو غلطی ہے کیا آپ مجھے معاف نہ کریں گے۔ اگر میں کہوں کہ اپنی آنکھ کا شہتیر کسی کو نظر نہیں آتا آپ کے یہاں بھی تو لڑائیاں اور جھگڑے ہیں مختلف قسم کے اقتصادی اور ملکی فسادات ہیں کیا ان میں امن کی ضرورت نہیں؟ ابھی کوئلے کے مزدوروں کا جھگڑا کئی مہینے سے جاری ہے۔ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے مطالبات اور تنازعات ہیں؟ یہ تو انگلستان کے اندر ہیں۔ پھر باہر بھی سیاسی میدان وسیع ہے آپ تو تجربہ کار ہیں۔

صاحب (قہقہہ مارکر) آپ بہت عجیب آدمی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت گہرا مطالعہ کرتے ہیں؟

میں میں آپ کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر ان مکشوف واقعات کے لئے گہرے مطالعہ کی ضرورت نہیں دنیا میں اسوقت جنگ ہے خواہ وہ اقتصادی جنگ ہو۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں کا سوال ہو۔ ملکی اور سیاسی تنازعات ہوں۔ مذہبی اختلافات ہوں ایک یا دوسری وجہ فساد و عالمگیر فساد اور کشت و خون کی موجب ہوجایا کرتی ہے۔ اس لئے اسوقت خدا تعالیٰ نے شہزادہ امن کو بھیجا اس کا نام آپ نے امن کا شہزادہ رکھا۔ پس دنیا میں امن ہوگا۔ تو اسی راستہ سے جو وہ پیش کرتا ہے۔

صاحب تو آپ ایک ورلڈ کانگرس قائم کر کے اس کو پیش کریں۔

میں کسی ورلڈ کانگرس کی میرے خیال میں ضرورت نہیں۔ کل دنیا میں اس کے مبلغ یہ پیغام پہونچا رہے ہیں اور دنیا زیادہ مبتلائے مصیبت بھی ہوگی۔ تو وہ خود ایک ایسی کانگرس بلائیگی۔ ہمارا کام تو تخم ریزی کرنا ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں ایسے لوگ بھی آجاویں گے جو مغربی علوم کی طرح اس پیغام کو پہونچانیکا آپ ذریعہ ہوجاویں گے۔

صاحب میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا کیا آپ پھر بھی مل سکتے ہیں

میں مجھے خود ہی بہت خوشی ہوئی۔ اول اس لئے کہ آپ میرے ملک میں ایک زمانہ گذار کر آئے ہیں۔ اور قدرتی طور پر آپ کو ہندوستان سے محبت ہوسکتی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ آپ نے نہایت کشادہ دلی سے میرے ساتھ باتیں کی ہیں۔ ورنہ یہاں آپ کے (کلر) رنگ کا سوال اور بغیر تعارف گفتگو نکرنے کی متعدی بیماری ہے (اسپر صاحب موصوف ہنستے اور بہت ہنسے) خوشی کی بات ہے کہ آپ پر اس کا اثر نہیں۔

صاحب (ہنستے ہوئے) کلر کے سوال کو تو میں پسند نہیں کرتا۔ مگر بغیر تعارف کے گفتگو نکرنیکا طریق محفوظ ہے۔ کیا آپ نہیں سمجھتے۔

میں میں ایک حد تک اس کو پسند کرتا ہوں متعدی بیماری کے رنگ میں اس سے بھاگتا ہوں۔ کیونکہ اس سے بھاگنا ہی چاہئے۔ چنانچہ آپ نے ہی اپنے عمل سے بتلادیا کہ آپ میرے ساتھ متفق ہیں

صاحب (بے اختیار ہنستے تھے) مگر میں اپنے ہم قوموں سے تو جب ہی بات کرتا ہوں۔ کہ ان سے میرا تعارف ہو۔

میں آپ اچھا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بیماری تو اہلی سے لگتی ہے۔ ہندوستانیوں سے تو لگتی نہیں۔

صاحب Oh my dear you are wonderful (اوہ میرے پیارے تم عجیب آدمی ہو) you are funny. (تم بڑے بامذاق ہو)

میں کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں ان خطابات کے لئے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ نہیں نہیں مجھے ادب سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے آپ کی اس قدر افزائی کا بہت بہت شکریہ

صاحب آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا مگر اب (گھڑی دیکھ کر) دس بجکر دس منٹ ہو چکے ہیں۔ اور مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں پھر آپ سے ملونگا۔

میں اگر آپ سے میرا جی جدا ہونیکو نہ چاہتا تو میں دیر کو خوشی سے بدل لیتا — لیکن میں آپ کو مجبور نہیں کرنا چاہتا۔ شب بخیر

صاحب میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ فی الحقیقت آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہم پھر ملیں گے۔ خدا حافظ

میں انسے رخصت ہوکر گھر کو آرہا تھا اور قریب تھا کہ بس پر سوار ہو جاوں ایک اور صاحب (جو اسی علاقہ کے قرب میں رہتے ہیں جہاں میں رہتا ہوں) آگے آئے اور انہوں نے یہاں کے طریق کے موافق عذر کر کے استفسار کیا۔ میں اس گفتگو میں توان کو رفیق نو لکھونگا:۔

رفیق نو میں سمجھتا ہوں آپ ہندوستانی ہیں

میں آپ نے ٹھیک سمجھا ہے میں ہندوستانی ہوں۔

رفیق نو میں ہندوستان کی تعلیم کو بہت پسند کرتا ہوں۔ مشرق کو روحانیات سے بہت تعلق ہے۔

میں میں بہت خوش ہوں کہ آپ کو مشرق میں روحانیات نظر آتی ہیں۔ مشرق کو ہ روحانیات سے تعلق رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بہت سے نبی مشرق میں پیدا ہوئے

رفیق نو حیات بعد الموت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔؟

میں میں حیات بعد الموت کو مانتا ہوں اور اسی حیات بعد الموت کو ہر روز مشاہدہ کرتا ہوں

رفیق نو آپ مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ لوگ اس راز کو معلوم کرنے کے لئے بہت مشتاق ہیں۔

میں میں تو ایسے راز یا عجوبہ سمجھتا نہیں ہوں۔ میرے نزدیک اس کا نظارہ ہر روز نظر آتا ہے۔

رفیق نو کیا آپ مہربانی کر کے مجھے بتائیں گے مجھے تو موت بہت خوفناک معلوم ہوتی ہے۔

میں موت خوفناک چیز نہیں ہے۔ اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جاوے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ اب میں آپ کو حیات بعد الموت کا ایک نظارہ دکھاتا ہوں۔

سنئے ہر ایک حیات کے لئے ایک موت ضروری ہے۔ کسان جو اناج بوتا ہے۔ جو ہو یا گندم کچھ بھی ہو جب وہ دانہ زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اگر اس کو کھود کر دیکھا جاوے تو اس دانہ کی حالت بدل چکی ہوگی۔ اور اسپر ایک موت طاری ہو چکی ہوگی۔ لیکن اسی موت نے اس کی حقیقت کو کھو نہیں دیا۔ بلکہ بدل دیا ہے اس کے کچھ دنوں بعد اس کا پتہ باہر نکلتا ہے اور اس میں وہ دانہ موجود ہوتا ہے مگر اس شکل میں کوئی سمجھ نہیں سکتا کسان جانتا ہے کہ یہ دانہ ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ دانہ ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ زمین میں کوئی زندگی بظاہر نظر آتی تھی۔ لیکن ایک مدت مقررہ کے عمل کے بعد وہ زندگی کا موجب ہو جاتی ہے

اب آپ ذرا آگے چلیں۔ ہم کچھ غذائیں کھاتے ہیں وہ مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ معدہ میں جاکر وہ اپنی اصلی ہستی کو کھو دیتی ہے۔ اور وہاں ایک کیمیائی عمل جاری ہوتا ہے۔ جس سے اس غذا کا ایک حصہ تو خون بن جاتا ہے۔ اور کچھ حصہ جو ردّی ہوتا ہے پیشاب اور پاخانہ کی صورت میں خارج ہو جاتا ہے۔ اب اسی غذا نے گویا ایک اور موت کے بعد خون کی صورت اختیار کی۔

یہ ایک زندگی ہے اور اس پہلی زندگی سے زیادہ نمایاں ہے۔ پھر یہ خون دل میں جاتا ہے۔ اور وہ اس کو صاف کر کے تمام بدن میں پہونچاتا ہے۔ جو اجزاء اس میں ردّی ہوں وہ بھی خارج ہو جاتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے انسانی مشین میں دوسری صورتیں رکھیں ہیں۔ مثلاً پسینہ کے ذریعہ سے۔ پھر یہ خون جب انسان کے آلات تولید میں جاتا ہے تو ایک اور عمل کے نیچے آتا ہے اور اسی خون کے بہت سے قطرات سے ایک اور چیز تیار ہوتی ہے۔ جسکو نطفہ کہتے ہیں۔ یہ ایک اور زندگی ہے۔

آپ یہ خیال کریں کہ ہر درجہ میں ایک خلاصہ بنتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ قدرتی عمل کے ذریعہ سے ماں کے رحم میں جاتا ہے۔ اس نطفہ میں ایک زندگی ہوتی ہے۔ مگر اسکی آئندہ ترقی اور نشوونما کیلئے مرد کے آلات تولید کافی نہیں ہیں۔ ان کا کام اس نطفہ کو پیدا کرنا ہے اور آئندہ ترقی کے لئے ماں کے رحم تک پہونچانا ہے اس موقعہ پر وہ پھر ایک عمل کے نیچے آتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نشوونما ہونے لگتا ہے۔ جس کے چند مختلف درجے ہیں۔ اور اسی عمل میں ایک مرحلہ پر جاکر یکایک اس میں حرکت اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح پر وہ نو ماہ دس دن تک اس رحم میں پرورش پاتا ہے۔ اور اس کی آئندہ ترقی کیلئے وہ مقام موزوں نہیں رہتا۔ تو طبعی حرکت اس میں باہر آنے کیلئے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک بچہ کی صورت میں وہ اس دنیا میں آتا ہے۔ گویا یہ دنیا اب اس کیلئے رحم مادر کا کام دیتی ہے۔

چنانچہ وہ ایک عرصہ تک مختلف قسم کی ترقیاں ذہنی۔ روحانی۔ اخلاقی کرتا ہے پھر یہ مقام اس کی آئندہ ترقی کے لئے منافی ہو جاتا ہے۔ اور اسپر بظاہر موت وارد ہوتی ہے۔ اور وہ اس موت کے ساتھ ہی ایک اور عالم میں چلا جاتا ہے۔ جو اس سے زیادہ لطیف اور عمدہ ہے اور چونکہ یہ ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی ظاہری فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اور یہ حیات ہوتی ہے یہ ایک ایسا نظارہ ہے جس کو ہم روزانہ دیکھتے ہیں اور اس کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ یہی موت کی حقیقت ہے۔ صرف ایک انقلاب ہے۔ یا اسی جسم سے روح کا جدا ہو جانا ہے۔ قرآن شریف نے حیات بعد الموت کی مثال ایسی واضح دی ہے کہ ہر عقل کا آدمی ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

واحیینا بہ بلدۃً میتاً کذالک الخروج

یعنی آسمان سے مینہ برستا ہے۔ اس مینہ کے ساتھ زمین جو مردہ ہوتی ہے زندہ ہو جاتی ہے ہر قسم کی سبزیاں ہر طرف نکل آتی ہیں۔ اور اسی طریق پر حیات بعد الموت کا نظارہ رہیگا۔

رفیق نو آپ نے بہت ہی قیمتی بات مجھ کو لکھوائی ہے میں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے

میں مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ نے کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ مگر آپ یاد رکھیں کہ میرے نقطہ خیال سے محض علم کوئی چیز نہیں۔ اسی دنیا میں ہمارا آنا ظاہر کرتا ہے کہ ہم کسی معمولی مقصد کیلئے یا محض علم کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔ بلکہ اصل مقصود عمل ہے۔ اور ہمارے ارد گرد اعمال کی بہت بڑی دنیا ہے۔ ممکن ہے ایک شخص اے۔ بی۔ سی بھی نہ جانتا ہو لیکن اس کو وہ معرفت اور علم دیا گیا ہے جو اعمال کی قوت بخشتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص محض مادی علوم کا ماہر ہے اور اس کے اعمال دنیا کے لئے فائدہ بخش نہیں تو میں اس کے علم کی قیمت ایک فارذنگ بھی دینے کو تیار نہیں۔

رفیق نو بے شک یہ صحیح بات ہے لیکن عمل سے آپ کی کیا مراد ہے

میں عمل سے میری مراد ہے کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد معلوم کر کے اس کے حاصل کرنے کے ذرائع کو کام میں لاوے جس طرح پر وہ اس دنیا میں کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کی ایک مادی غرض قرار دیکر اس کو حاصل کرتا ہے مادی اور روحانی زندگی کا عملی اصول متوازی چلتا ہے۔

رفیق نو آپ نے جو حیات بعد الموت کی صورت بتائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر دوزخ بہشت کوئی چیز نہیں۔

میں یہ تو غلط ہے یہ تمام نظارہ تو دوزخ اور بہشت کو ساتھ ہی ثابت کرتا ہے۔ ہاں میں یہ نہیں مانتا کہ دوزخ اور بہشت کہیں باہر سے آتا ہے۔ انسان اپنی دوزخ اور بہشت آپ ہی بناتا جاتا ہے۔ اور اسلام نے اس کی حقیقت کو ایسا کھولا ہے۔ کہ انسان نہ صرف آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ بلکہ وہ محسوس کر لیتا ہے کہ میں دوزخ میں ہوں۔ یا بہشت میں:۔

رفیق نو۔ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابدی جہنم ہے تو پھر یہاں سے کیونکر شروع ہوگا۔

میں میں کسی ابدی جہنم کا قائل نہیں اور بائیبل اگر ایسا کہتی ہے تو جواب کے لئے وہ آپ یا اس کے ماننے والے ذمہ وار ہیں۔ میں نہیں ہو سکتا۔

سنئے صاحب۔ خدا تعالیٰ تو کوئی انتقام نہیں لیتا ہے کہ وہ ایک محدود وقت کے گناہ کے بدلہ میں ہمیشہ کے جہنم میں ڈالدے۔ جہنم کی مثال تو ہسپتال کی سی ہے۔ جیسے ہسپتال میں کوئی مریض داخل ہوتا ہے جب علاج ہوگیا تو اسے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اسیطرح روحانی ترقیات کیلئے جو کمیاں انسان میں اسکی بعض غلطیوں کی وجہ سے رہ جاویں گی۔ ان کی اصلاح جہنم کے ذریعہ ہوجاویگی۔ وہ ایک حالت ہے اس میں سے گذر کر انسان اصل مقام کو حاصل کریگا۔

جزا سزا اسی جہان سے شروع ہوجاتی ہے۔ اور ہر فعل کا نتیجہ ظاہر ہوجاتا ہے۔ مگر ہاں یہ کامل نہیں ہوتا ہے۔ کامل ظہور ہر چیز کا ایک وقت پر ہوتا ہے جیسے بچہ نطفہ میں تو ہوتا ہے۔ مگر فوراً آپ اس سے بچہ نہیں بنا لیتے۔ درخت کے بیج میں درخت تو ہوتا ہے۔ مگر بیج سے فوراً پھل والا درخت نہیں نکل آتا۔ اسیطرح اعمال کا بدلہ فوراً شروع ہوجاتا ہے۔ مگر اس کی تکمیل ایک وقت خاص پر جاکر ہوتی ہے۔ اور یہ وہی دن ہے جس کو قیامت کہتے ہیں۔

رفیق لو۔ مجھ کو آپ کی باتوں سے بہت لطف آیا۔ میں نے بھگوت گیتا کو پڑھا ہے۔ اور بہی ہندو عقلی کتابیں پڑھی ہیں مگر آپ کا حلقہ کچھ اور ہے۔

میں۔ میرا کوئی حلقہ نہیں ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جو انسان کی فطرت چاہتی ہے۔ انسان کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ انسانی نیچر کیا چاہتا ہے۔ اسلئے اسلام اس کی فطرت کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔

رفیق لو۔ اسلام اور محمڈن ازم میں کیا فرق ہے؟

میں۔ محمڈن ازم اسلام کا غلط نام ہے ورنہ تعلیم وہی ہے۔ محمڈن ازم کوئی چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس دین کا نام اسلام رکھا ہے۔ جس کے معنی ہیں کامل فرمانبرداری۔ کامل صلح اور کامل امن اور صلح۔

رفیق لو۔ یہ مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (محمد صلعم) کا بنایا ہوا مذہب نہیں ہے۔

میں۔ نہیں نہیں یہ تو خدا کا دیا ہوا مذہب ہے اور جب سے انسان دنیا میں آیا ہے۔ اسلام اس کے ساتھ آیا۔ البتہ اس کی تکمیل ہوتی رہی جیسے بچہ جب سے دنیا میں آیا ہے۔ اسکی خوراک اور لباس اسی وقت سے آتے رہے ہیں۔ مگر زمانہ کی ضرورت اور حالات کے لحاظ سے وہ بدلتے جاتے ہیں۔ اصل قائم رہتا ہے۔ مثلاً غذا تو لازمی طور پر ہوتی ہے پہلے صرف دودھ پیتا تھا۔ پھر روٹی اور دوسری چیزیں کھانے لگا۔ اور مختلف قسم کی تیار کرنے لگا۔ لباس تو رہا۔ مگر یہ نہیں کہ بچپن کے کپڑے ساری عمر کیلئے چلے جاویں۔ اسیطرح مذہب کا سلسلہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آکر وہ مکمل ہوگیا۔ اب اسلام جو قانون دنیا کو دیتا ہے۔ وہ ایسا کامل ہے۔ کہ اس میں کوئی اور ترقی نہیں ہوسکتی۔ وہ ہر پہلو سے کامل ہے۔ پس اسلام اس لحاظ سے کہ انسان کے ساتھ آیا اور انسان کی فطرت کے مذہب کا نام اسلام ہے قدیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے حق پاکر یہی دعویٰ کیا کہ:۔

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔

رفیق لو۔ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ کہ آپ نے مجھے بہت کچھ علم دیا۔ میں پھر بھی آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہوں۔

میں۔ مجھے ہمیشہ ہی آپ سے مل کر خوشی حاصل ہوگی۔ اور اگر آپ کچھ پوچھیں گے تو میں بہت خوشی سے جو جانتا ہوں بیان کرونگا

رفیق لو۔ بارہ بجے ہیں آپ کو بہت دیر تک میں نے روک رکھا۔ شب بخیر!

میں۔ یہ روک بہت ہی خوشگوار ہے۔ خدا تعالیٰ ہمکو برکت دے شب بخیر۔

رخصت ہو کر گھر آیا کھانا کھایا۔ اور مغرب و عشاء کی نماز جمع تاخیر کی صورت میں ادا کر کے سو رہا الحمد للہ آج کچھ کام ہو سکا۔

جمعہ کی نماز کیلئے پٹنی گیا۔ معمولی نمازیوں کے علاوہ دو یورپین عورتیں بھی موجود تھیں۔ کھانے پر کچھ استفسارات ہوتے رہے۔ اور برادرم عزیز الدین صاحب نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز پڑھکر میں واپس آگیا۔ موسم آج اچھا نہیں بارش ہورہی ہے۔ مگر صبح سے ۲ بجے تک صرف ابر آلود تھا۔ تقاطر نہ تھا۔

(بقیہ صفحہ ۴ کالم تین سے آگے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قرآن مجید کے حل کا گر

میں نے ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی آیت پوچھی ہے۔ اگر پوچھی ہے تو کونسی؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے قرآن کریم کی کوئی خاص آیت حضرت سے نہیں پوچھی۔ بلکہ ایک ایسا گر پوچھا ہے جس سے قرآن مجید کی کوئی آیت بھی مشکل نہ رہے۔ میں ایک مرتبہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ان ایام میں کتاب فصل الخطاب لکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ بعض اوقات مخالفین اسلام ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کا تحقیقی جواب سمجھ نہیں آتا میرا خیال ہے۔ کہ یا تو ایسے اعتراضات کو چھوڑ دیا جاوے اور یا ان کا الزامی جواب دے دیا جاوے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں تو اس کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ کہ جس چیز کو انسان کا اپنا ایمان خود نہیں مانتا۔ پھر وہ دوسروں سے منوانے کا کیا حق رکھتا ہے۔

فرمایا حضرت صاحب کی اس بات نے مجھے یقین دلادیا۔ اور میرا ایمان بہت بڑھ گیا۔ کہ یہ شخص فی الواقعہ خدا تعالیٰ کا مامور اور مرسل ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت اور اس کا ایمان ایسا ہے کہ جس کو یہ خود نہیں مانتا۔ دوسروں سے اسکو منوانا نہیں چاہتا۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اتنا بڑا دعویٰ یونہی کردے۔ غرض مجھے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو ایک ایسا گر بتا دیتا ہوں۔ کہ

کوئی آیت آپ کے لئے مشکل ہی نہ رہے

اور وہ یہ کہ جو اعتراض آپ کے خیال میں نہایت مشکل ہو یا جس آیت پر شرح صدر نہ ہو۔ اس کو موٹی قلم سے لکھ کر ایسی جگہ لٹکا دیں۔ جہاں آتے جاتے تمہاری نظر ہر وقت پڑ سکے۔ چند روز کے اندر اندر اللہ تعالیٰ اس اعتراض کی حقیقت اور جواب سمجھا دے گا۔

حضرت صاحب کے اس گر کو میں صوفیانہ رنگ میں لے گیا۔ اور میں نے یہ قرار دیا۔ کہ سب سے بہتر جگہ جہاں انسان کی ہر وقت نظر پڑ سکے وہ دل ہے۔ پس میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اگر کوئی ایسا موقعہ ہو تو اسے ہر وقت دل میں زیر توجہ رکھنا چاہیئے اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ ایسا کرنے سے بڑا مشکل سے مشکل مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ اور ظاہری طور پر اگر اپنی آمد ورفت عام نظر میں لکھ کر لٹکا لیا جاوے تو بھی ضرور مفید ہوتا ہے۔ پس اس ایک نکتہ سے مجھے بہت فائدہ پہونچا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ اگر کوئی دشمن اسلام قرآن کریم یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کوئی اعتراض کرے اور تم کو اس کا جواب نہ آتا ہو تو ہم فوراً سکھا دینگے۔ اللہ تعالیٰ کی اس بشارت نے بہت موقعوں پر میری تائید فرمائی ہے۔ غرض میں نے حضرت صاحب سے یہ گر سیکھ لیا تھا۔ اور اس کو سب کے واسطے مفید سمجھتا ہوں۔

دفتر تحریک جدید کا تار کا پتہ

دفتر تحریک جدید کے نام تار دیتے وقت احباب اس امر کو ملحوظ رکھیں۔ کہ کیونکہ تحریک جدید محکمہ ڈاکخانہ کے نزدیک ایک لفظ نہیں بلکہ دو ہیں۔ اس لئے انہیں دو ہی شمار کرنا چاہیئے۔ تحریک علیحدہ لکھیں اور جدید علیحدہ لکھا کریں۔ (انچارج تحریک جدید قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے خودنوشت حالات

یہ عاجز دراصل موضع بہادر حسین کا رہنے والا ہے جو متصل مسانیاں ہے۔ میرے دادا صاحب مرحوم بڑے کامل ولی اللہ مشہور تھے۔ ان کا نام میاں غلام محمد تھا۔ موضع مسانیاں میں ان کے دو گھر مرید تھے ایک شیخوں کا جن کے بڑے کا نام سندھی تھا۔ اس لئے میرے پاس میرے دادا کی بہت تعریف کرتے۔ اور کہتے کہ ایسا بزرگ دیکھنے میں نہیں آتا اور یہ عاجز ایک مرتبہ موضع ہرچپور گیا۔ وہاں ایک مولوی تھے میرے دادا کے مرید تھے۔ کہا کہ ہم بہادر حسین جایا کرتے تو ادب سے ہی مسانیاں سے جوتیاں اتار لیا کرتے تھے۔ ہمیں ایسا کامل کوئی نظر نہیں آتا عاجز کے پڑدادا صاحب کا نام غلام بدر تھا۔ سنا ہے کہ وہ نہنگ تھے۔ ایک دفعہ بہادر حسین سے چل کر بٹالہ میں شیر سنگھ کے پاس پہونچے جو حاکم تھے اور بارہ دری میں رہتے تھے۔ اس کے پہرے پر سکھ سپاہی ننگی تلواروں کا پہرہ دروازہ پر دیتے تھے ان کو کہا فقیر کو اندر جانیدو میں نے حاکم کو ملنا ہے۔ وہ آپ کو جھڑکیاں دیتے اندر نہ جانیدیتے تھے۔ اندر سے شیر سنگھ نے آواز سنکر کہا یہ کون ہے۔ اس کو آنیدو جب وہ اس کے پاس گئے اور سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں آپ کو بڑے حاکم کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نماز پڑھا کریں۔ یہ بات سنتے ہی سکھوں نے سرخ سرخ آنکھیں نکالیں مارنے کو تیار ہوئے۔ شیر سنگھ نے کہا اس کو کچھ نہ کہو۔ یہ فقیر ہے۔ جانیدو۔

پڑدادا صاحب باہر نکل آئے۔ آخر ایک سکھ نے باہر ایک پتھر مارا۔ جس کے لگتے ہی خون نکل آیا۔ بولے الحمدللہ فقیر نے نوح علیہ السلام کی سنت ادا کر دی اگر کسی نے نوح علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو فقیر کو دیکھ لے۔

میرے والد صاحب بے علم تھے۔ میری عمر چھوٹی ہی تھی کہ والد صاحب مجھے مسانیان لے گئے اور ایک استاد کے پاس پڑھنے بٹھا دیا۔ راستے میں کہتے گئے کہ بٹالہ تم پڑھو گے تو لوگ تم کو میاں جی کہا کریں گے۔ ضرور پڑھو۔ کچھ تھوڑا سا اردو پڑھا۔ والد صاحب نوکر ہو کر ملک حبش کو چلے گئے ادھر ہی فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری والدہ نے میری پرورش کی اور ہمیشہ میری والدہ کی تاکید ہی تھی کہ بیٹا علم پڑھو تمہارے بزرگ علم والے تھے میں ان کی بات کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ کھیل کود میں لگا رہتا تھا۔ وہ کہتی رہی کہ پڑھو ایک مدت تک میرے اوقات ۔۔ ضائع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک حافظ صاحب بہادر حسین آگئے۔ ان کا نام حافظ محمد تھا۔ میں نے قرآن شریف اور کچھ تھوڑی سی فارسی ان سے پڑھی پھر وہ قادیان آگئے۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اور مرزا فضل احمد صاحب کے پڑھانیکے واسطے مقرر ہو گئے۔ میں انکو ملنے آیا۔ تین چار روز رہے حافظ صاحب اور یہ عاجز جس کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ حافظ صاحب آپ نے کھانا کھایا تو انھوں نے کہا مرزا صاحب کھا لیا۔ پھر حضور اتنی گفتگو کے بعد واپس تشریف لیگئے۔ حافظ صاحب نے اس عاجز کو کہا کہ یہ لڑکے مرزا صاحب کے بڑے ہی نیک ہیں۔ گوشہ نشین ہیں۔ ہمیشہ یاد الہی کرتے ہیں۔ دنیاوی کاروبار سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ بعد اس کے جب میں بہادر حسین واپس گیا تو ایک نمبردار کے پاس مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف جو حافظ صاحب سے سنی تھی کی (یہ بات قابل ذکر ہے اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کوئی قریباً ۲۵ یا ۳۰ سال کے درمیان ہوگی اور مرزا غلام مرتضےٰ ابھی زندہ ہی تھے۔) آپ نے ہی کہا۔ کہ وہ بہت نیک ہیں ایک مرتبہ وہ اور مرزا غلام قادر مرحوم اس جگہ آئے تھے یہ گاؤں ان کی جاگیر کا تھا۔ اور کہا کہ اس جگہ سے غلہ بٹائی کرتے تھے ۔۔ مرزا غلام قادر ہمارے ساتھ کھیلتے اور جو کھیلیں ہم کرتے وہ بھی کرتے مگر مرزا غلام احمد صاحب نہ لڑکوں کیساتھ کھیلتے اور نہ شوخی وغیرہ کی باتیں کرتے۔ بلکہ چپ چاپ بیٹھے رہتے۔ ان دونوں باتوں سے جو عاجز نے سنی تھیں۔ عاجز کے دل میں مرزا صاحب کی ملاقات کا شوق پیدا کر دیا لیکن نہ جا سکا۔ کچھ مدت کے بعد امرتسر چلا گیا۔ اور وہاں مولوی عبداللہ غزنوی کا مرید ہو گیا۔ وہ بڑے مشہور عارف تھے۔ ان کے پاؤں دباتا رہتا۔ بزرگ سمجھ کر دل کی خوشی سے خدمت کرتا رہتا لوگ ان کو عبداللہ ہی کہا کرتے۔ ایک مرتبہ عاجز نے ان کو مولوی صاحب کہا تو فرمایا "مولوی مگو عبداللہ بگو از مولوی عبداللہ بہتر است" ان کی صحبت کے بعد عاجز گاؤں میں واپس آیا تقویت الایمان کتاب مولوی اسمعیل صاحب شہید کی تصنیف ہے۔ اسمیں شرک و بدعت کا پورا رد لکھا ہے۔ اس زمانہ میں شرک و بدعت کا عام رواج تھا۔ قبر پرستی کثرت سے تھی اس کتاب کے مطالعہ نے مجھ کو شرک و بدعت اور قبر پرستی سے نجات دی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی مسجد جمعہ کی نماز ادا کرنے جایا کرتا تھا۔ مولوی صاحب توحید کے مسائل بیان کرتے تو دل خوش ہوتا۔ قرآن شریف اور حدیث شریف سنایا کرتے اور اس زمانہ میں مولوی صاحب کو شمس الہند کا لقب ملا ہوا تھا۔ میرا ان پر بہت اعتقاد ہو گیا۔ مولوی صاحب کی آمد و رفت قادیان میں حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہوئی۔ اور آپ کی مولوی صاحب تعریف بھی بیحد کرتے کہ ایسا شخص پہلے بھی گذرا۔ خاکسار سنتا اور ایک مرتبہ شیخ رحیم بخش صاحب مولوی صاحب کے والد قادیان سے ہو کر گئے۔ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ یہ عاجز بھی جمعہ پڑھنے گیا۔ شیخ صاحب سے حضرت مرزا صاحب کا حال پوچھا۔ لیٹے لیٹے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ میرزا صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ نور سے بھر دیا ہے۔ اور لوگ بھی آپ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ عاجز کے دل میں آپ کی خدمت میں جانیکا شوق ہوا۔ جب حضور کے پاس پہنچا تو حضور کے اخلاق و عادات رحیمانہ اور سادگی طبیعت کو دیکھ کر بار بار آنیکا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ آیا تو حضور نے فرمایا کہ رحیم بخش مولوی نور الدین صاحب آئے تھے بڑے حکیم ہیں۔ جموں میں رہتے ہیں۔ کہتے تھے پھر آؤنگا۔ اور ایک مرتبہ مولوی عبداللہ صاحب استاد مولوی محمد حسین صاحب تلونڈی ڈڈیال سے جو بیاس سے پرلے ہے آئے۔ تین روز رہ کر چلے گئے۔ یہ عاجز ان کے بعد آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ رحیم بخش مولوی عبداللہ آئے تھے۔ تین روز رہے۔ وہ کہتے تھے کہ اتنی نعمت آپ کو کہاں سے مل گئی ہے۔ میں ۴۲ سال سے عبادت کرتا ہوں میرے نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے ان کو کہا تھا کہ اللہ کا فضل ہے۔ جس کو چاہے دیوے۔ آپ کو اس وقت الہامات کا سلسلہ کثرت سے جاری تھا۔ میری عادت کہ آپ کے پاؤں دباتا رہتا ایک دفعہ فرمایا حضرت ابوسعید پیران پیر یعنی عبدالقادر کے چلتے چلتے قصاب کی دوکان پر کھڑے ہو گئے۔ قصاب نے کہا کہ کیا دیکھتا ہے.... گوشت لے لے۔ انہوں نے فرمایا پیسہ نہیں ہے۔ قصاب نے کہا کہ تیری شکل گوشت کھانیوالی نظر آتی ہے۔ تبھی تم موٹے تازے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کیڑوں کو گوشت کھانی ہے۔ اور آپ یعنی حضرت ابوسعید دبلے پتلے تھے۔ پھر وہاں سے چلے گئے۔ حضور نے فرمایا کہ بزرگوں کی قدر زندگی میں لوگ ایسا ہی کہا کرتے ہیں

ایک مرتبہ ایک عرب شامی آپ کے پاس آیا ایک حدیث بخاری شریف پیش کر کے پوچھا۔ کہ اس میں رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کو شیطان مس کرتا ہے۔ مگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ یہ دونوں مس سے بچے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جاوے۔ تو معنی اس کے یہ ہیں کہ جو بچہ خصلت حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اس کی ماں کی رکھتا ہے تو شیطان اس کو مس نہیں کرتا۔ اگر یہ معنی نہ لئے جاویں محض عیسیٰ اور اس کی ماں ہی کے لئے جاویں تو یہ حدیث غلط ٹھیرتی ہے۔ اسواسطے کہ ہمارے رسول اکرم مس شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور انبیاء اور بزرگ مس شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس سوال سے شامی کی غرض یہ تھی۔ کہ دونوں اعلےٰ مرتبہ پر ہیں اور یہی مس شیطان سے بچے ہیں۔

ایک مرتبہ خاکسار نے پوچھا کہ مرزا صاحب آپکو کسطرح الہامات ہوتے ہیں آپ کہتے ہیں میں ولی ہوں۔ ولی تو اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔ فرمایا کہ میں تو ظاہر کیا کرتا ہوں مجھ کو تو حکم ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور ایک کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور خاکسار اس کمرہ کے دروازہ کے باہر ایک تخت پوش پر بیٹھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا حضور قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے رات کو جو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہے۔ حضور چلا چلا کر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے ملاقات کے وقت عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔ اور اس زمانہ میں ایک ہندو جو ساکن بوہر

آیا کرتا تھا۔ آپ اسلام کی خوبیاں ہر ایک کے پاس بیان کیا کرتے تھے وہ سنکر مسلمان ہوگیا۔ اور ملاوامل اور شرمپت ہندو بھی آپ کے پاس آیا کرتے تھے ان کے پاس بھی اسلام کی خوبیاں اور برکات اسلام بھی بیان فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ملاوامل ہندو اور میں حضور کے پاس دونوں تھے ملاوامل نے مجھسے ختم اللہ علی قلوبھم کی آیت پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ میرے دل میں اس کے لئے کا شوق پیدا ہوا۔ کہ یہ تو اسلام کے قریب ہے۔ ظاہر کیوں نہیں ہوتا۔ اسکی دکان پر پہونچا وہ خط لکھ رہا تھا۔ اسمیں لعنت اللہ لکھا۔ میں نے کہا لعنت کرنی اسلام میں جائز نہیں۔ اس نے اسپر قلم پھیر دی۔ اس کے بعد اسنے اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہ میں تپ دق سے قریب المرگ ہوگیا تھا۔ لوگ حکیم اور ڈاکٹر سب کی رائے تھی کہ صبح یا شام کا مہمان ہے۔ یعنی مرجائیگا۔ میں مرزا صاحب کے پاس گیا۔ اور بہت رویا کہ میں نے زندگی کا کچھ نہ دیکھا۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ فرمایا ملاوامل تو اچھا ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ملاوا اچھا ہوگیا ہے۔ اس کے بعد میں نے کوئی دوائی نہیں کھائی۔ تپ جاتا رہا۔

ایک مرتبہ عاجز اور شرمپت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصےٰ میں تھے۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ہم بھی پھرتے تھے۔ شرمپت کو حضور نے مخاطب کرکے فرمایا کہ شرمپت مجھ کو الہام ہوا ہے۔ کہ ملاوا یہودا اسکریوطی ہے۔ اور یہودا اسکریوطی وہ تھا جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوا دیا تھا۔ یہ ہمارا دوست ہے۔ اس کو نہ بتانا۔ شاید یہ الفاظ سنکر رنجیدہ ہوگیا۔ لیکن یہ فرمایا کہ تاریخ اور الہام لکھ رکھو۔ اسکے ایک مدت کے بعد ملاوا آپکا سخت مخالف ہوگیا تھا۔ اس زمانہ میں عیسائیت کا بڑا زور تھا۔ اور ہزاروں بچے مسلمانوں کے عیسائیت کا شکار ہو گئے۔ ایک خط آپ نے رجسٹری کراکر بھیجا کہ دنیا میں سچا مذہب اسلام ہی ہے۔ اور اسطرح والسرائے کلکتہ کو اور لاہور میں جو بڑا انگریز تھا اور راجہ فرید کوٹ والے کو رجسٹری کرا کر ان سب کے پاس بھیجے کہ دنیا میں اسوقت سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہیں ہے۔ ان لوگوں کی طرف سے جواب بھی آگئے تھے۔

اور ایک مرتبہ آپ نے جاپان کا اعلان سنا کہ وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ہر مذہب کے لائق لائق آدمی بلاکر جلسہ کیا جائے۔ اپنے اپنے مذہب کی سچائیاں بیان کریں۔ بعد تحقیقات ایک مذہب کا تمام سلطنتوں میں جو سچا ہو رواج دیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر جاپان ایسا کرے تو ہم بھی وہاں پہونچکر اسلام کی سچائی بیان کریں پھر اس کی روس کیساتھ جنگ شروع ہوگئی۔ یہ اسکا ارادہ رہ گیا اور حضور رہ گئے۔ غربا اور مسکینوں پر ایسے مہربان تھے کہ یہ عاجز بیان نہیں کرسکتا۔

ایک مرتبہ ایک فقیر لنگڑا آیا وہ نمازی تھا۔ اس کے واسطے کھانا اور پانی لائے۔ اچھی طرح کھانا کھلاکر فرمایا کہ نمازی آپ نے وضو کرنا ہے۔ میں آپ کے واسطے پانی گرم کرکے لادوں۔ اور تہجد کیواسطے بھی گرم پانی لادونگا۔ اور آپ کے پاس اسوقت چند مسافر لائے۔ کھانا تیار ہونے لگے۔ لنگر اسوقت ہی جاری تھا۔ مگر تھوڑا تھا۔

ایک مرتبہ ایک پہاڑیہ آیا۔ بہت بیمار۔ اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا۔ اس کا نام ہیرا تھا۔ اس کا علاج کیا۔ بڑی شفقت سے رکھا۔ تندرست ہوگیا۔ پھر تمام زندگی آپ کے پاس رہا۔ اور آپ کی مہربانیوں کیوجہ سے آپ پر قربان تھا۔ یہاں تک کہ اسی جگہ فوت ہوگیا

اور ایک شخص موٹا چل نہیں سکتا تھا۔ ایک مدت رہا۔ وہ حضور کو کہتا تھا کہ میری ٹانگیں نہیں ہیں۔ آپ سواری کی کوئی گھوڑی لے دیں۔ تب جاؤنگا۔ اسوقت مال کی کمزوری تھی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کہیں سے روپیہ بھیجدیگا۔ گھوڑی لے دونگا۔ تم ٹھیرے رہو۔ ایک مدت ٹھیرا رہا اس کو گھوڑی لے دی۔ اس کا نام کوڈا تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور کا دنیاوی مال روپے پیسے کیطرف کبھی خیال نہ تھا۔

ایک مرتبہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے کہا۔ کہ مرزا جی آٹا نہیں ہے۔ لانا ہے۔ فرمایا کتنا روپیہ لا دوں۔ حافظ صاحب نے کہا ایک سو روپیہ لے آئیں۔ آپ گھر سے بغیر گنتی دونوں ہاتھوں میں روپے اٹھالائے۔ اور فرمایا ایک سو روپیہ ہی ہوں گے۔ جب حافظ صاحب نے روپے گنے تو ایک سو بیس ہوئے۔ اس نے کہا کہ مرزا جی یہ روپے زیادہ ہیں۔ فرمایا اچھا میں نے سمجھا تھا کہ ایک سو ہوں گے۔ حافظ صاحب نے باقی روپے واپس کردئے۔ پہلے غریب عورتیں لنگر کا آٹا پیسا کرتی تھیں۔ کسی نے شکایت کی کہ عورتیں آٹا چرا لیتی ہیں۔ بہتر ہے کہ خراس بنالیا جاوے۔ فرمایا یہ بیچاری کہاں سے کھاویں۔ ان کا گذارہ اسیطرح ہو رہا ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے شکایت کی کہ لنگر سے نانبائی روٹیاں چرا کر لیجاتا ہے۔ فرمایا وہ خود ہی دوزخ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اگر روٹیاں لے جاتا ہے تو لیجانے دو۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ آدمی حبیب اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی غائب سے مدد کرتا ہے لوگ اس کی خود بخود خدمت کرتے ہیں۔ فرمایا بندہ کو چاہیئے کہ ہر وقت اس سے دعائیں کرتا رہا۔ بیٹھا کھڑا لیٹا ہوا وہ سنتا ہے۔ اور قبول کرتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ کسی بزرگ کے پاس جاؤ۔ تو کچھ نہ کچھ تحفہ لے کر جاؤ۔ خوش ہوکر دعا کرتے ہیں۔ اور ہو جاتی ہے۔ آپ کا بزرگان گذشتہ کے حق میں ایسا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے کسی لفظ پر بغیر سمجھے طعن کرتا تو آپ اُسی لفظ کے صحیح معنی کرکے اس سے طعن اٹھا دیتے۔

ایک مرتبہ یہ عاجز کسی سے یہ شعر سنکر آیا ؎

راہ حق ہرگز نیابی تا نگیری چار ترک
ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

عاجز نے کہا کہ مرزا جی یہ کسی نے اسمیں کفر کہا ہے۔ فرمایا اس میں کوئی کفر نہیں۔ ترک دنیا تو تم سمجھتے ہی ہو۔ ترک عقبیٰ پر تمہارا کچھ خیال ہوگا۔ کہ عاقبت سے لاپرواہ ہو تو اس کے پاس کیا رہا۔ مولیٰ کو ترک کیا تو بالکل کیا۔ فرمایا **طالبُ الدنیا مخنّث وطالبُ العقبیٰ مؤنّث وطالبُ المولیٰ مذکّر۔** پھر فرمایا مولیٰ کو ترک کرنیکے یہ معنی ہیں۔ کہ عشق بندہ کا اس طرح کا ہو۔ اور ارادہ ایسا ہو۔ کہ معشوق کو ملوں یہ خیال اس کے دل میں ہو کہ ملوں جب معشوق نہ ملیگا۔ تو اس کا عشق سست ہو جائیگا۔ رفتہ رفتہ جاتا رہیگا۔ فرمایا عشق ایسا ہونا چاہیئے کہ معشوق ملے یا نہ ملے میں اسی راہ میں جان دیدونگا۔ فرمایا کمال عشق والے جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ خوش ہو کر جان دیدیتے ہیں۔ ایک شخص کسی عورت پر عاشق تھا۔ وہ نہ ملی۔ خود کشی کرکے مرگیا۔ میں اس کو برا نہیں کہتا۔ ایک مرتبہ

ایک دفعہ ذکر ہوا کہ مولوی غلام رسول میاں سنگھ کے قلعی والے نے سسی کا قصہ بنایا پھر توبہ کی کہ بدولت کا حصہ لیا گیا۔ فرمایا کیوں توبہ کی کچا عشق تھا۔ بعض مولوی اکثر اعتراض کرتے کہ وحی سوائے نبیوں کے نہیں ہوتی آپ کہتے ہیں کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے۔ اسوقت آپ یہ جواب دیا کرتے۔ اوحینا الی اُمّ موسیٰ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی والدہ کو وحی کی ہے۔ کیا وہ نبیہ تھی۔

ایک مرتبہ عاجز نے عرض کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ولی ہوں ولی تو بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہیں تب ولی ہوتے ہیں۔ فرمایا ولی دو طرح ہوتے ہیں ایک تو بہت مجاہدے کرکے ولی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت باوا فرید علیہ الرحمۃ اور دوسرے محدَّث ہوتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ بغیر مجاہدہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے فیضان ان پر نازل فرماتا ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی صاحب اور ابو الحسن خرقانی اور محمد اکرم ملتانی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھپر کثرت سے کلام نازل فرماتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی آپ بہت تعریف کیا کرتے کہ یہ اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور فرمایا کرتے کہ محی الدین ابن عربی کا کشف میں بہت آگے قدم بڑھا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک بزرگ کے دل میں آیا کہ میلہ دیکھوں۔ گھر سے چلے تو کشف ہوا کہ وہاں ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ اور ادھر سادھو کو کشف ہوا کہ ایک بزرگ چلا آرہا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا حال کشف سے دیکھتے۔ آخر یہ بزرگ جب قریب پہونچے تو سادھو نے اپنے چیلوں کو کہا کہ جلدی سے تہ بند باندھلو۔ چیلے حیران ہوگئے کہ مسلمانوں کی طرح ہمکو تہ بند بندھواتا ہے۔ سادھو نے کہا۔ کہ مجھ کو ایک مسلمان بزرگ کا ادب مجبور کر رہا ہے۔ آخر چیلوں نے تہ بند باندھا ہے۔ جب یہ بزرگ سادھو کے پاس پہنچے اُس نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ جیسا آپ کو کشف ہوتا ہے ویسا مجھ کو بھی ہوتا ہے پھر اس بزرگ نے اپنی چھوٹی انگلی سے قدرے خون نکال کر سادھو کو کہا کہ خوشبو لو جب اس نے خوشبو لی تو بولا خوشبو آتی ہے۔ پھر بزرگ نے فرمایا اپنی چھوٹی انگلی سے بھی خون نکال کر سونگھو جب خون سونگھا تو بدبو معلوم ہوئی بزرگ نے فرمایا میرے اور تیرے درمیان اتنا ہی فرق ہے۔ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا۔ اسواسطے یہ بدبو آپ میں ہے۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اسکا وہی مرتبہ ولایت کا رہا۔

اُس زمانہ میں مولوی لوگ جس کا تہ بند ٹخنوں پر گرپڑتا ہو۔ تو جھٹ کہدیتے کہ اسکے ٹخنے دوزخ کی آگ میں جلادئے جاویں گے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہ بند اکثر ٹخنوں پر رہتا تھا۔ آپ کی گوگر تھی یعنی آپ کا پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ اس سبب سے تہ بند نیچے کھسک کر اُتر جاتا اور ٹخنوں پر آجاتا۔ کیا آپ کو یہی حکم فتویٰ جائز ہوسکتا ہے۔ اگر کسی کی ذرا مونچھیں بڑی ہوتی ہیں تو جھٹ فتویٰ کفر کا لگا دیتے ہیں۔ نہیں سمجھتے کہ مونچھوں کا کٹوانا تو سنت ہے کفر کیا لازم آئیگا۔

ایک مرتبہ مولوی عمر دین گڑھ شنکر سے آیا پرانی چال کا فقیر تھا۔ جب حضور کے پاس ایک دو روز رہا۔ اور حضور کی عادت سادی اور بے تکلفی کو دیکھ کر کہ یہ تو ہر ایک سے یونہی باتیں کرتے ہیں۔ یہ درویش نہیں ہیں۔ میں نے سمجھا تھا کہ درویش ہوگا بد اعتقاد ہوکر چلا گیا۔

ایک مرتبہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا رشتہ دار آپ کی تعریف سُن کر آپ کے پاس آیا کہ مرزا صاحب بزرگ ہیں۔ اُن کی بیعت کرتا ہوں۔ جب آپ کے پاس آیا۔ تو آپ کو دیکھا چونکہ آپ کی طبیعت بنیوں کی طرح تھی۔ ہر ایک سے غریب ہو امیر ہو بے علم ہو یا عالم ہو۔ کھُلم کھُلی باتیں کرتے۔ بنیوں کی سی آپ کے منہ سے باتیں نکلتی تھیں۔ اور لوگوں کا رواج تھا کہ لوگ بزرگ اس کو سمجھتے تھے جو شخص اُن کو ملنے جاتا علیحدہ لیکر بیٹھ جاتے۔ اکثر گوشہ نشینی رکھتے۔ اور آپ یہ بات نہ کرتے تھے۔ اس سبب آپ کی اس حالت کو دیکھکر لغزش کھائی۔ اور چلا گیا۔

ایک مرتبہ یہ عاجز کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ مرزا سلطان احمد مرحوم کا خط آیا آپ دعا کریں میں پاس ہو جاؤں۔ پہلے خط کو پھینکدیا پھر آپ کو وحی ہوئی۔ کہ پاس ہوگیا۔ فرمایا لکھدیتے اور فرمایا دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے پاس ہوگیا!

اور ایک بات عاجز نے یہ سنی تھی کہ آپ کے پاس ایک عامل آکر رہا جب اُس نے آپ کا خرچ دیکھا کہا کہ میرزا صاحب آپ کو ایک صورت کامل بتلاتا ہوں آپ کا خرچ بہت ہے آمد کی صورت نظر نہیں آتی۔ ایک دو روز اس کی باتیں سنتے رہے۔ اور وہ کہتا تھا آپ کو پانچ روپیہ ملا کریں گے۔ ایک روز اُس کو فرمایا۔ کہ یہ روپیہ آپ کو کس جگہ سے ملتا ہے۔ وہ بولا ملائکہ کہا یا جن کہا لا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ کسی کا مال اٹھا لاتے ہوں گے۔ یہ تو حرام ہے اور شرک ہے۔ بڑے جوش سے فرمایا کہ اس سے توبہ کرو۔ پھر فرمایا تم اللہ تعالےٰ کی کلام کا دنیا میں مول لینا چاہتے ہو۔ پھر وہ مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس جا رہا تھا۔

یہ عاجز حضور کے پاس ہی بہادر حسین سے جو کہ قادیان سے قریباً نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بڑے شوق سے باتیں سنکر چلا جاتا تا ایک مرتبہ آکر عرض کی کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے۔ کہ علم پڑھوں۔ فرمایا ترجمہ قرآن شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھ لینا زیادہ علم آدمی کو متکبر بنا دیتا ہے۔ پھر یہ عاجز موضع ماڑی بوچیاں جو کہ بیاس کے کنارے ہے ایک مولوی صاحب نظام الدین مرحوم کے پاس گیا۔ اور اُن سے کہا کہ آپ مجھ کو قرآن شریف اور مشکوٰۃ شریف ترجمہ کے ساتھ کتنی مدت میں ختم کرا دیں گے۔ انہوں نے دو سال کا وعدہ کیا۔ کہ ختم کرا دوں گا۔ دو چار روز رہا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ صرف و نحو پڑھ لو۔ تب عربی سمجھ آتی ہے۔ عاجز نے صرف و نحو شروع کر دی۔ کچھ پڑھی۔ مولوی صاحب بیمار تھے۔ ایک روز کہنے لگے کہ رحیم بخش مرزا صاحب کے پاس چلیں کوئی دوائی اُن سے لا دیں۔ ان کے والد صاحب بڑے حکیم تھے۔ مولوی صاحب حضور کے پاس آئے دو تین روز رہے۔ اِن کا حال دیکھا دوائی لیکر واپس ماڑی بوچیاں کو گئے۔ اور یہ عاجز ان کے ساتھ تھا۔ جب ماڑی بوچیاں گئے۔ کہنے لگے۔ کہ رحیم بخش مرزا صاحب کا سینہ اللہ تعالےٰ نے کھولا ہوا ہے۔ ہمارا علم قرآن کے سامنے کچھ چیز نہیں ہے۔ حالانکہ انہوں نے زیادہ پڑھا بھی نہیں۔ ہم لوگوں نے انتہا تک کتابیں پڑھی ہیں۔ جسقدر مولوی محمد حسین کو علم ہے۔ ۵۶ علم میں نے پڑھا ہوا ہے لیکن مرزا صاحب نے تو اس قدر تعلیم نہیں پائی۔ ان کو علمی علم ہے۔ مولوی صاحب بھی کے سال ایک یا زیادہ زندہ رہے آپ کے عاشق رہے اور تعریف کرتے رہے۔ جب آپ نے فوت ہونا تھا۔ صبح سویرے ان کی ہمشیرہ نے کہا۔ کہ شربت لاؤں کہنے لگے آج نہیں پیتے اس نے کہا کوئی پیغام آگیا تو لے آ۔ گیارہ بجے تک بولوں گا پھر جب ہو جاؤنگا۔ لوگوں کو کہدو نام لے لے کہا کہ فلاں فلاں شخص کو بلا بھیجو۔ ملاقات کریں۔ آج بعد از نماز عصر رخصت ہوجاؤنگا۔ لوگ آئے السلام وعلیکم کہکر وداع ہو کر چلے گئے۔ ایک شخص آکر آیا پوچھا آپ پر کیا وقت ہے بولے جس وقت سے میں ڈرتا تھا وہ وقت ہے۔ اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اس کے بعد یہ عاجز ایک سال اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ سبق خاطر خواہ نہ ہوتا تھا۔ خوشاب پہونچا۔ نلی ناڑی میں ایک مولوی غلام نبی تھے۔ اُن کے پاس ایک مہینہ رہکر راولپنڈی پہونچا۔ وہاں ایک مہینہ رہا۔ حضرت صاحب کے یہ لوگ مخالف تھے۔ پھر راولپنڈی سے سیدہا سہارنپور سے ہوتا ہوا کانپور پہنچا۔ وہاں تعلیم اچھی ہوتی تھی۔ نحو قطبی۔ مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ حکیم عبد الحمید خان کا دہلی سے ایک اشتہار پہونچا۔ کہ مدرسہ طبیہ کھولنے لگے ہیں طالب علم آجاویں۔ اور اس جگہ مولوی صاحب فضل الرحمن مراد آبادی کو خواب میں دیکھا تھا۔ لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے کہ آپ بڑے نمازی ہیں۔ لیکن کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے گالیاں دیتے اور نکالدیتے۔

عاجز اُن کے پاس گیا۔ اجازت مانگی کہ آپ کے پاس آؤں۔ بولے مسجد میں بیٹھو۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر بد اجازت مانگی۔ غرض تیسری مرتبہ اجازت دیدی۔ کہ آجاؤ۔ عاجز ان کے حجرے میں پاس ہوکر بیٹھ ہوگیا۔ فرمایا کیوں آئے عاجز نے کہا کہ آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔ ملنے آیا ہوں فرمایا ہم بھی شاہ صاحب عبد العزیز کو کئی مرتبہ دیکھا کرتے ہیں۔ عاجز نے کہا کہ میں نے سنا ہے کسیکو بیٹھنے نہیں دیتے۔ کیا وجہ ہے۔ فرمایا میں کیا کروں۔ جو آتا ہے دنیا کا کتا آتا ہے۔ کوئی کہتا ہے نوکر ہو جاؤں۔ کوئی کہتا ہے بیٹا ہو۔ دین کیواسطے نہیں آتے۔ اس لئے میں نکال دیتا ہوں۔ پھر یہ عاجز کانپور واپس چلا آیا۔ کانپور میں جب آیا تو ایک مرتبہ ایک مست سے خواب میں ملا اور طلب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی شان میں دیکھا کہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ موجود ہے۔

آپ کے سر پر سنہری تاج ہے۔ جس سے سورج کی طرح کرنیں نکلتی ہیں۔ سورج کی طرح آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ عاجز ان کے پاس گیا سلام کیا۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور پوچھا کہ مرزا صاحب میں نے سنا ہے کہ رسول کریم صلعم آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں ہمارے پاس ہیں۔ اوپر چھت کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا مل لینا۔ بس عاجز کو جاگ لگ گئی کانپور سے دلی آگیا۔ کچھ عرصہ رہکر حکیم عبد الحمید خانصاحب سے قانون شیخ پڑھی۔ کلیات اور حمیات اور شرح اسباب نفیسی وغیرہ ان کے منجھلے بھائی واصل خاں سے پڑھیں اور اس جگہ ایک اشتہار مولوی محمد حسین کا دیکھا جس میں لکھا تھا کہ پنجاب میں ایک دجال نکلا ہے میں نے اس کو خوب ذلیل کیا ہے۔ پھر وہ خود دہلی میں آیا اور شاہی مسجد میں بڑے بڑے الفاظ حضرت صاحب کا نام لے کے کہتا تھا۔ غرض جو کچھ آپکے دلمیں آیا کہا پھر چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود دہلی تشریف لائے۔ مولویوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ مگر میں ایک مسئلہ میں مخالف ہوں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے محض اپنے الہام پر ہی نہیں اعتقاد رکھا بلکہ قرآن شریف کی آیتوں سے اُن کا فوت ہونا ثابت ہو جانا مجھ کو ثابت ہو گیا ہے اگر مولوی صاحبان کسی قوی دلیل قرآن شریف اور حدیث شریف صحیح سے ثابت کر دیں۔ تو میں اپنا اعتقاد بدل لونگا۔ اور فرمایا کہ میری تین شرطیں ان سے۔ ایک یہ مسئلہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات میں گفتگو ہو۔ دوسری یہ کہ تحریری گفتگو ہو۔ تیسری یہ کہ احکام کی حفاظت کا فریقین انتظام ہو۔ مولوی نذیر حسین۔ مولوی عبد المجید نے محمد حسین بٹالوی کو بلایا کہ جلدی آؤ۔ مولوی محمد حسین نے دہلی والوں کو خوب بھڑکایا۔ اور جوش دلایا کہ اگر امن پسند گورنمنٹ کا راج نہ ہوتا تو دہلی والے دست اندازی سے فرق نہ کرتے۔ آپ نے جو شرائط فرمائے تھے ایک بھی نہ مانا۔ اسوقت آپ کے ساتھ مولوی عبد الکریم مرحوم اور غلام قادر فصیح حامد علی وغیرہ تھے۔ مولوی محمد حسین نے ایک روز ایسی چالبازی کی کہ شہر والوں کو بھڑکایا اور جامع مسجد شاہی میں جاکر شور مچایا کہ اسکو کوئی میرے سامنے لاوے۔ حضور نے فرمایا کہ چلو ہم بھی ان کے مقابلہ پر چلتے ہیں۔ فصیح صاحب مرحوم کو فرمایا کہ آپ جائیں حفاظت کیواسطے پولیس کے سپاہی لے آویں۔ وہ پولیس کو لے آئے۔ آپ مع احباب شاہی مسجد میں جا بیٹھے اور وہاں اتنی کثرت سے لوگ تماش بین آگئے تھے کہ مسجد پُر ہو گئی تھی۔ لوگ مولویوں کے کہنے سننے سے جوشیلہ ہو ہی چکے تھے۔ پھر تالیاں بجانے اور دست درازی پر طیار تھے اگر حفاظت کیواسطے پولیس نہ ہوتی تو ضرور نقصان ہوتا۔

مجھے سید ولد آدم کا واقعہ یاد آتا ہے کہ آپ طائف تشریف لیگئے اور طائف والوں نے آپ سے جو معاملہ کیا تھا؟ آپ کو حرص تھی کہ یہ لوگ میری باتیں سنیں مگر اول بے نصیبوں نے اینٹیں روڑے مارے اور آپ کو خون آلودہ کر دیا۔ اور اس جگہ حضور نے پولیس کا انتظام پہلے سے کر لیا تھا اسواسطے محفوظ رہے۔ بعد ازاں مولوی بشیر بھوپالوی سے گفتگو ہوئی۔ وہ مشہور شخص ہیں۔ بعد گفتگو آپ پنجاب میں تشریف لائے۔ یہ عاجز حکیم واصل خاں کے پاس اپنی جماعت میں سبق پڑھنے گیا۔ حکیم جی عاجز کو مخاطب کر کے کہا کہ تم بھی اُس کے پاس رہتے تھے۔ بطور طعن کہا پھر یہ عاجز لکھنؤ چلا گیا۔ اور وہاں ایک بزرگ سعید رئیس مولوی محمد یحییٰ کے پاس حضور کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ سچے ہیں اللہ والوں کیساتھ دنیا ایسا ہی کیا کرتی ہے۔

وہاں سال بھر رہ کر سند طب لیکر اپنے گاؤں بہادر حسین آگیا۔

ایک احمدی بھائی کی وفات پر اظہار افسوس

سیلون ۶ر جون۔ برادر عبد القادر صاحب کٹی مالاباری کی وفات کی اطلاع پہونچنے پر انجمن احمدیہ نگومبو نے زیر صدارت ڈاکٹر گوہر دین صاحب ایک خاص جلسہ کیا۔ جس میں حسب ذیل تعزیت کی قرارداد پاس کی گئی۔

یہ انجمن اپنے احمدی بھائی عبد القادر صاحب کٹی کی وفات پر رنج اور افسوس اظہار کرتی ہوئی ان کے خاندان سے دلی ہمدردی رکھتی ہے۔ اور مرحوم کی دینی خدمات کا اعتراف کرتی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں

ڈسکہ کے احمدیوں پر احرار کے قاتلانہ حملہ کے خلاف

نیشنل لیگ قادیان کا احتجاجی جلسہ

احرار کی درندگی حکومت کی غفلت اور مجروحین کی ہمدردی کی قراردادیں

قادیان ۸ رجون - آج بعد نماز عشاء ساڑھے نو بجے مسجد ریتی چھلہ کے متصلہ میدان میں نیشنل لیگ قادیان کا ایک پبلک جلسہ زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی صدر نیشنل لیگ منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم صاحب نیر۔ اور شیخ محمود احمد صاحب عرفانی اور شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے پرجوش تقریریں کیں۔ اور حسب ذیل قراردادیں متفقہ طور پر پاس کی گئیں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۱) نیشنل لیگ قادیان کا یہ جلسہ ڈسکہ کے احرار کے اس قاتلانہ حملہ کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ جو انہوں نے چوہدری شکر اللہ خاں صاحب رئیس ڈسکہ اور دوسرے احمدی بھائیوں پر کیا۔ اور حکومت کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف حملہ آوروں کو گرفتار کر کے کیفر کردار کو پہنچائے۔ بلکہ ان فتنہ پرداز ملانوں کے خلاف بھی ضروری کارروائی کرے۔ جو اشتعال انگیزی کے ذریعہ اس حملہ کا اصل باعث ہیں۔ اور جن کی اشتعال انگیزیوں کے متعلق متعدد بار حکومت کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔

چوہدری ظہور احمد صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۲) نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس ڈسکہ کے محترم بھائیوں سے ان کی تکلیف کے متعلق دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوا ان کو یقین دلاتا ہے کہ ان پر پڑنے والی ہر چوٹ کو ہم اپنے قلب و جگر پر محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں جس رنگ میں ہماری امداد اور خدمت کی ضرورت ہو اس کے لئے ہم مستعد اور تیار ہیں۔

مولوی عبدالرحمن صاحب انور مولوی فاضل نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

(۳) نیشنل لیگ کا یہ اجلاس عام ڈسکہ کے زخم رسیدہ اور مظلوم بھائیوں کو اس امر پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں انہیں اپنا خون پیش کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔

مولوی غلام احمد صاحب نے حسب ذیل قرارداد پیش کی

(۴) ان قراردادوں کی نقول حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ - صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ - ذمہ دار حکام اور پریس کو نیز قرارداد ۲ و ۳ کی نقول جماعت احمدیہ ڈسکہ کو بھجوائی جائیں۔ تمام قراردادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں اور جلسہ رات کے گیا بجے [illegible]

بلا اپریشن موتیابند دور

کون نہیں جانتا کہ موتیابند کی بیماری بہت موذی مرض ہوتی ہے۔ اس بیماری میں کئی سال تک پانی پکنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اپریشن کرایا جا سکے۔ اس لمبے انتظار کے بعد اگر اپریشن درست ہوا تو آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ذرا کوئی نقص رہ گیا تو ساری عمر کے لئے آنکھیں مصیبت بن جاتی ہیں نیز بنی ہوئی آنکھیں بھی اکثر جلن۔ دھندلاپن یا ڈیلوں کے درد کا شکار بن جاتی ہیں۔ ان سب مرضوں کے لئے اور خاص طور پر موتیابند بلا اپریشن اچھا کرنے کے لئے سالہا سال کے تجربہ کے بعد یہ دوائی جڑی بوٹیوں سے تیار کی گئی ہے چند روز میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ

تین شیشیوں کا سٹ تین روپے

خرچ وی پی ڈیپکنگ بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

آنکھوں کا ہسپتال قادیان

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامۂ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کمال دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لیکر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار۔ اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگیگا۔ کہ قعر مذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ترقی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے

قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام!!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں۔ جو آپ نے مخلص احباب کو لکھے۔

پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

تیسرے نمبر میں حضرت چوہدری رستم علی خاں رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ تعالیٰ کے نام مکتوب ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو قیمت نصف کر دی جائے گی تھوڑی جلدیں شائع ہوئی ہیں احباب جلدی منگالیں۔

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم سے شائع ہوا!